ڈکنس • ہارڈی • مام • ایملی برونٹے • چارلوٹے برونٹے • جین آسٹن
ڈی ایچ لارنس • ہیمنگوے • آسکر وائلڈ • سیٹونسن

انگریزی کے عظیم ناول
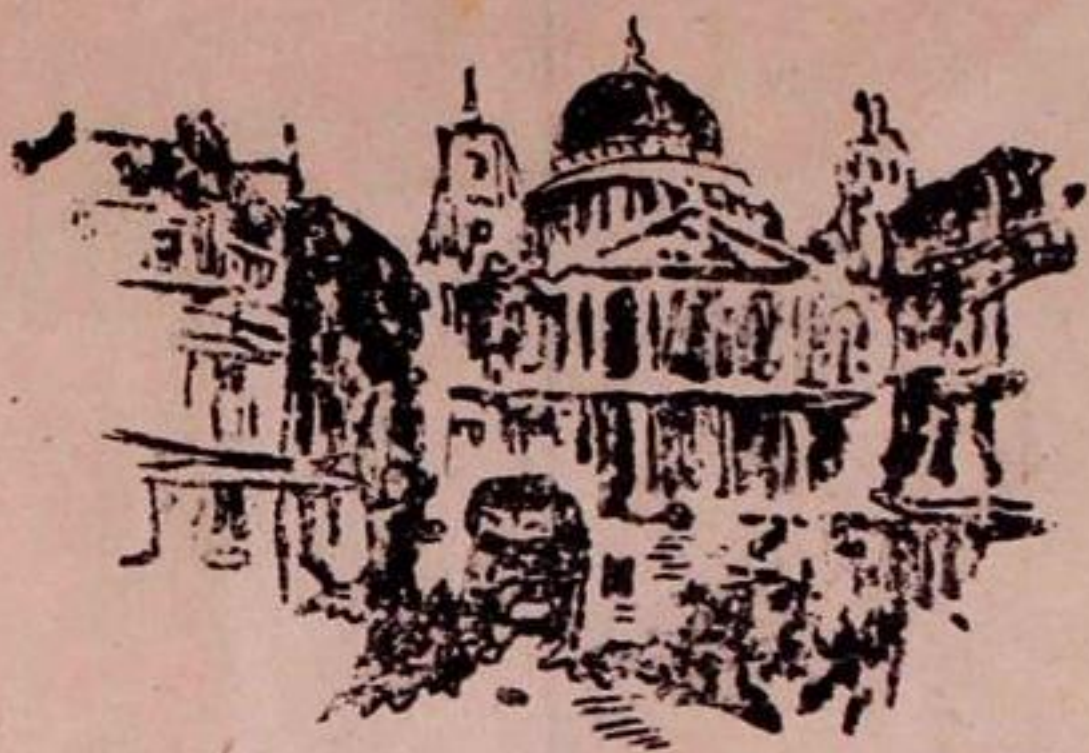
روس اور فرانس کے عظیم ناولوں کے بعد اسی سلسلے کی تیسری کڑی آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ "انگریزی کے عظیم ناول"، جس میں انگریزی زبان کے دس مشہور و معروف ناولوں کا اختصار ہے۔ ناولوں کے اس اختصار کو پڑھ کر آپ کو اصل ناولوں جیسا لطف حاصل ہوگا۔

ہند

بکس

پرائیویٹ لمیٹڈ
جی - ٹی روڈ
شاہدرہ دہلی ۳۲

(اعلیٰ پرنٹنگ پریس - دہلی)

انگریزی کے عظیم ناول

مرتبہ : رانگے راگھو
مترجمہ : سورن پنڈت

ANGREZI KE AZIM NOVEL

SUMMARIES

Edited by

RANGAY RAGHAV

Price : Rs.32.00

فہرس

چارلس ڈکنس

دو شہروں کی کہانی

چارلس ڈکنس ۷ فروری ۱۸۱۲ء کو انگلینڈ کے پورٹسی نامی مقام میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محکمہ جہاز رانی میں ایک معمولی کلرک تھے۔ اس لئے غریبی کیا ہوتی ہے۔ اس کا تجربہ آپ کو بچپن میں ہی ہوگیا۔ اور جب مقروض ہونے کی وجہ سے آپ کے والد کو جیل بھیج دیا گیا تو آپ کو روزی کمانے کے لئے ایک کارخانہ میں کام کرنا پڑا۔ اسی دوران میں آپ نے شارٹ ہینڈ سیکھا۔ اور لندن کے ایک اخبار کے نامہ نگار بن گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد افسانہ نگاری کے میدان میں اتر گئے اور جلد ہی بحیثیت افسانہ نگار شہرت حاصل کرلی پھر کام کی زیادتی کی وجہ سے آپ روز بروز نحیف ہوتے چلے گئے۔ اور ۹ جون ۱۸۷۰ء کو آپ کا انتقال ہوگیا۔

"دو شہروں کی کہانی" آپ کا بہترین اور مقبول ترین ناول ہے جو پہلی بار ۱۸۵۹ء میں شائع ہوا تھا۔

CHARLES DICKENS

A TALE OF TWO CITIES

یسوع مسیح کے بعد ۱۷۷۵ برس گذر چکے تھے۔ اونچے طبقے کے لوگ جو کہ لوگوں کی روٹی روزی کے مالک تھے، دل ہی دل میں سمجھ گئے تھے کہ آئندہ سب کچھ جوں کا توں چلنے والا نہیں ہے۔ حالات میں اہم تبدیلی آنے والی تھی کیوں کہ چاروں طرف بے اطمینانی کی چنگاریاں سلگنے لگی تھیں۔

مسٹر جارو س لوری لندن کے ٹیلسن اینڈ کمپنی نامی بینک کے ایک افسر تھے۔ نومبر کی سرد رات میں وہ ایک گھوڑا گاڑی میں ڈوور کی سڑک پر چلے جا رہے تھے۔ اُن کی نظروں کے سامنے بار بار ایک پینتالیس سالہ شخص کا مدقوق چہرہ گھوم جاتا تھا۔ اور وہ سوچ رہے تھے کہ اس شخص کی موت کب واقع ہوئی ہوگی؟ کیا اٹھارہ برس پہلے؟ یا وہ ابھی تک زندہ ہوگا؟ لیکن وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے۔

ڈوور پہنچنے پر وہ ایک دُبلی پتلی، سنہرے بالوں والی سولہ سترہ برس کی لڑکی سے ملے۔ مسٹر لوری نے اسے بتایا کہ اس کے والد کا نام ڈاکٹر سینٹ تھا۔ وہ ایک فرانسیسی ڈاکٹر تھے۔ اور ابھی تک زندہ تھے۔ دراصل اس کی پیدائش سے پہلے ہی اُس کے والد کو جیل میں ڈال دیا گیا تھا۔ اور یہ کام اتنے پُراسرار طریقے سے ہوا تھا کہ کسی کو اس کی کانوں کان خبر نہیں ہوئی تھی۔ لڑکی کا نام لوسی تھا۔ لوسی کی ماں نے

یہ سوچ کر کہ لڑکی کا دل نہ ٹوٹ جائے، اسے یہی بتایا تھا کہ اس کے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور اب جب کہ اس کی ماں بھی مر چکی تھی، بینک میں ڈاکٹر مینٹ کی جمع شدہ رقم کی مالک لوسی تھی۔ ادھر ڈاکٹر مینٹ بھی جیل سے رہا ہو چکے تھے۔ اور اب مسٹر لوری مس لوسی کو پیرس لے جانا چاہتے تھے جہاں ڈاکٹر مینٹ اپنے خاندان کے ایک پرانے ملازم کے گھر میں مقیم تھے۔

علاقہ سینٹ انطوئنے میں دفارج نامی ایک شخص کی شراب کی دکان تھی۔ اس کی بیوی بڑی خوفناک عورت تھی۔ ڈاکٹر مینٹ ان دنوں اسی دکان کے قریب کے ایک مکان میں رہ رہے تھے اور ذہنی طور پر ایک طرح سے ماؤف ہو چکے تھے۔ جو شخص بھی ان سے کوئی بات کرتا تھا، وہ خالی خالی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگتے اور اکثر و بیشتر جوتے سینے کا کام کرتے رہتے تھے۔ ڈاکٹر مینٹ کو اس حالت میں دیکھ کر لوسی کو بے حد افسوس ہوا۔ پھر لوسی اور مسٹر لوری نے آپس میں مشورہ کر کے طے کیا کہ بوڑھے مینٹ کے رہنے کے لئے لندن سب سے زیادہ موزوں جگہ رہے گی، اور وہ انہیں وہاں لے گئے۔

اس واقعہ کے پانچ برس بعد چارلس ڈارنے نامی ایک فرانسیسی نوجوان اولڈ بیلی میں گرفتار کر لیا گیا۔ عدالت میں اس کے خلاف الزام لگایا گیا کہ وہ انگلینڈ کے لئے جاسوسی کرتا تھا۔ اِدھر ڈاکٹر مینٹ کا دماغ اب کچھ کچھ ٹھیک ہو گیا تھا کیوں کہ لوسی نے بڑی تندہی سے اُن کی خدمت کی تھی۔ ڈاکٹر مینٹ کو ان کی خواہش کے خلاف ڈارنے کے مقدمے میں گواہی دینے کے لئے بلایا گیا۔ ڈارنے کے وکیل مسٹر سٹرائیور کا ایک اسسٹنٹ تھا۔ سڈنی کارٹن جب مقدمہ کا فیصلہ ہونے کی بات آئی تو سڈنی کارٹن نے کہا کہ اس کی شکل ڈارنے کی شکل سے اس درجہ مشابہ ہے کہ پہچاننے میں آسانی سے غلطی ہو سکتی ہے۔ کارٹن ایک چاق چوبند آدمی تھا لیکن اس نے اپنی

زندگی کو ایک طرح سے بگاڑ دیا تھا۔ رہا ہو جانے کے بعد ڈارنے انگریزوں کو فرانسیسی زبان پڑھانے لگا۔ اس کے والد ایورے مونڈ کے رئیس تھے لیکن فرانس میں لوگ ان سے شاید نفرت کرتے تھے کیونکہ ایورے مونڈ خاندان اپنی سنگدلی کے لئے مشہور رہتا۔ ڈارنے نے اپنے والد کے پاس جانا پسند نہیں کیا۔ اسے یہی اچھا لگا کہ اپنی روزی خود کمائے۔ اور خود ہی اپنی زندگی بنائے۔

ڈاکٹر مینٹ کا چھوٹا سا مکان سوہو نامی جگہ میں تھا۔ وہ پھر سے اپنی پریکٹس کرنے لگے تھے۔ لیکن اس بات کا ہمیشہ خدشہ لگا رہتا تھا کہ ان کے دل کو کہیں کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے اور وہ پھر سے جوتے بنانے کا کام نہ کرنے لگیں۔ (جیل کے زمانے میں ان سے جو جوتے بنوائے گئے تھے، اس کی وجہ سے وہ بالکل خالی الذہن ہو گئے تھے۔ اور اکثر و بیشتر ان پر ایک طرح کا پاگل پن سوار ہو جاتا تھا اور اسی لئے لوسی حد درجہ احتیاط برتتی تھی کہ انھیں کسی طرح کا کوئی صدمہ نہ پہنچنے پائے)۔ اب وکیل سٹرائیور، کارٹن اور ڈارنے۔ تینوں کا ڈاکٹر مینٹ کے یہاں آنا جانا شروع ہو گیا۔ ڈارنے اور کارٹن دونوں لوسی کو اپنا دل دے بیٹھے لیکن لوسی نے ڈارنے کو پسند کیا۔ اس پر کارٹن نے اپنے دل کی بات لوسی کے سامنے کھول کر رکھ دی اور کہا کہ کبھی کبھار اسے بھی اسکے یہاں آنے کی اجازت دے دی جائے اور اس نے کہا "جس آدمی سے تم محبت کرتی ہو، وقت آنے پر اُس کی خاطر میں اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔"

فرانس میں بھیانک بغاوت ہونے والی تھی۔ مادام دِفارج جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، بڑی خوفناک عورت تھی۔ دیکھنے میں تو وہ اپنے شوہر کی دوکان میں بیٹھی اُون بُنا کرتی تھی لیکن دراصل وہ ایک رجسٹر رکھا کرتی تھی جس میں وہ عوام پر ظلم ڈھانے والے لوگوں کے نام درج کرتی رہتی تھی۔ اسے ان ظالموں سے بدلہ لینا تھا۔ فرانس کی سی حالت انگلینڈ میں نہیں تھی۔ ادھر ڈارنے اور لوسی کی شادی ہو گئی اور ان کے یہاں ایک ننھی سی

سُنہرے بالوں والی بچی پیدا ہوئی۔ وہ لوگ بڑے مزے سے اپنی زندگی گزار رہے تھے۔

فرانس میں بغاوت ہو گئی اور بادشاہ کا بیٹیل قلعہ توڑ دیا گیا۔ مسٹر اور مادام دِفارج نے ہجوم کو اکسا کر اس پر حملہ کیا اور فتح پائی۔ تین برس تک فرانس میں خوں ریزی ہوتی رہی۔ انہیں دنوں ٹیلسی بنک کی برانچ سے مسٹر لوری کو پیرس بلایا گیا تاکہ وہاں کے ریکارڈوں کی دیکھ بھال کی جا سکے۔ اسی زمانے میں چارلس ڈارنے بھی پیرس گیا۔ ایورمونڈے جاگیر سے کافی آمدنی ہوتی تھی اور اس کا ارادہ تھا کہ اس آمدنی کو کسانوں کی فلاح وبہبود کے لئے صرف کرے لیکن حالات بڑے دگرگوں تھے۔ مسٹر لوری پر تو کوئی مصیبت نہیں آئی۔ کیونکہ وہ انگریز تھے۔ لیکن چارلس ڈارنے چوں کہ فرانس کے اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھتا تھا، اس لئے اُسے گرفتار کر لیا گیا اور جب لوگوں کو یہ پتہ چلا کہ وہ ایورمونڈے خاندان کا فرد تھا تو اسے جیل کی ایک کال کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔

اس کی گرفتاری کی خبر ملتے ہی، ڈاکٹر مینٹ لوسی اور اس کی بچی کے ساتھ پیرس پہنچے وہ خود بیٹیل قلعے میں برسوں قید رہ چکے تھے اس لئے انہیں امید تھی کہ ان کے وہاں پہنچنے کا اچھا اثر ہو گا اور وہ چارلس ڈارنے کو رہا کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن وہاں پہنچ کر انھوں نے دیکھا کہ پورا پیرس خون کے پیاسے انقلابیوں کے ہاتھ میں تھا۔ برس ہا برس کے ظلم وتشدد نے ان میں خوفناک ترین جذبۂ انتقام بھر دیا تھا۔ رحم وکرم نام کی چیز کو وہ یکسر بھول چکے تھے۔ ڈاکٹر مینٹ کی آمد پر اگرچہ ان کا کافی احترام واستقبال کیا گیا اور انہیں جیل خانے کا ڈاکٹر بھی بنا دیا گیا لیکن وہ اپنے داماد کو نہیں چھڑوا سکے۔ ایک برس تک ڈارنے اسی کال کوٹھری میں بند رہا۔ اس کے بعد سزاؤں کا وقت آ گیا۔ تاریخ میں یہ زمانہ انتہائی الم ناک تسلیم کیا جاتا ہے۔ لوسی برابر امید لگائے رہی لیکن اسے اپنے شوہر کو دیکھنے تک کا موقع نہیں ملا۔

بالآخر چارلس ڈارنے کو انقلابی عدالت کے روبرو پیش کیا گیا۔ مادام دفارج عدالت

میں آگے کی نشستوں میں سے ایک پر بیٹھی تھی اور اس وقت بھی اُون بُن رہی تھی اور اس کے چہرے پر ویسی ہی تلخی اور کرختگی تھی جیسی ہمیشہ براجمان رہتی تھی۔ حاضرین نے متفقہ طور پر مطالبہ کیا کہ ڈارنے کو فوراً سزائے موت سُنادی جائے لیکن جب ڈارنے نے اپنا بیان دیتے ہوئے کہا کہ وہ خود ہی اپنی فرانس کی جاگیر سے دستبردار ہوگیا تھا کیوں کہ اس کے خیالات اس کے خاندان کے ظالم افراد سے نہیں ملتے تھے اور جب اُس نے یہ بتایا کہ وہ ڈاکٹر مینٹ کا داماد تھا اور ایک انسان کی جان بچانے کی خاطر ہی فرانس میں آیا تھا تو حاضرین میں سے کچھ ایک کی آوازیں اس کے حق میں اٹھنے لگیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر مینٹ نے بھی لوگوں سے درخواست کی کہ مسٹر ڈارنے کو چھوڑ دیا جائے۔ جیوری کے ممبران نے آپس میں صلاح مشورہ کیا اور بالآخر عدالت نے مسٹر ڈارنے کو باعزت بری کردیا۔ ڈاکٹر مینٹ اور لوسی کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا لیکن اس وقت پیرس کے عجیب و غریب حالات کی وجہ سے ان لوگوں کو اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ وہاں سے فوراً انگلینڈ چلے جائیں۔ چند دن بعد ایک نئی مصیبت کھڑی ہوگئی اور ڈارنے کو دوبارہ گرفتار کرکے جیل بھیج دیا گیا۔

مادام دفارج کے جذبۂ انتقام میں کوئی کمی نہیں آئی تھی بلکہ ڈارنے کی رہائی کے بعد وہ اور بھی شدید ہوگیا تھا۔ وہ ایک کسان گھرانے میں پیدا ہوئی تھی جس کے پورے گھرانے کو ایورے مونڈ گھرانے نے بڑی بربریت سے تباہ کردیا تھا اور اسی لئے مادام دفارج کا سینہ سلگ رہا تھا اور وہ چاہتی تھی کہ ایورے مونڈ خاندان کا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔ اور اس کے اسی جذبۂ انتقام کی وجہ سے ڈارنے کو دوبارہ گرفتار کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر مینٹ کو جو اتنی لمبی سزا ہوئی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے ایورے مونڈ خاندان کے وحشیانہ مظالم کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی تھی جب مادام دفارج کی بہن سے ایورے مونڈ خاندان کے ایک فرد نے زنا بالجبر کیا تھا۔ یوں ایک طرح سے ڈاکٹر مینٹ مادام دفارج پر احسان کرچکے تھے لیکن مادام دفارج اس وقت کسی بھی احسان کو خاطر میں لانے کیلئے

نیاز نہیں تھی۔ وہ ایورے مونڈ خاندان کا قطع قمع چاہتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ لوسی کی بچی کو بھی ختم کروا دینا چاہتی تھی۔ ڈاکٹر مینٹ بخوبی واقف تھے کہ ڈارنے کس خاندان سے تعلق رکھتا تھا لیکن اس کے لئے ایک طرح سے انہوں نے اسے معاف کر دیا تھا اور اس موضوع پر کبھی بات نہیں کی تھی اور جہاں تک ڈارنے کا سوال تھا خود اسے بھی معلوم نہیں تھا کہ اسکے خاندان نے اس کے سسر پر کس درجہ مظالم ڈھائے تھے۔

اگلے دن عدالت میں مادام دفارج نے ایک خط پیش کیا۔ ڈاکٹر مینٹ نے یہ خط بیسٹیل میں لکھ کر چھپا دیا تھا۔ اس میں انہوں نے اپنے جیل جانے کی کہانی لکھی تھی اور پورے ایورے مونڈ خاندان کے تئیں اپنی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے بددعا دی تھی۔ اس بار عدالت میں کسی نے بھی رحم کے لئے آواز نہیں اٹھائی۔ جیوری نے فوراً اپنی رائے دے دی۔ اور عدالت کی طرف سے یہ سزا سنا دی گئی کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر چارلس ڈارنے کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

ادھر سڈنی کارٹن اپنے دوستوں سے ملنے کے لئے حال ہی میں پیرس آیا تھا۔ اسے چارلس ڈارنے کے پھر سے گرفتار ہونے کی خبر ملی اور وہ وہاں کے اس انگریز افسر سے ملا جو انقلابیوں کے مقبوضہ جیل خانے میں جاسوسی کا کام کرتا تھا (سڈنی کارٹن کو اس بات کا پتہ چل گیا تھا) اُس نے اس افسر کو دھمکایا کہ وہ اسے چارلس ڈارنے کی کوٹھری میں پہنچا دے ورنہ وہ اس کا راز فاش کر دے گا۔ مجبوراً اس انگریز کو اس کی بات ماننا پڑی۔ اس کے بعد سڈنی کارٹن نے مسٹر لوری کو کچھ باتیں سمجھائیں اور لوسی کو الوداعی بوسہ دیا۔ لوسی اس وقت بیہوش پڑی تھی۔

عنقریب چارلس ڈارنے کو گلوٹین پر چڑھایا جانے والا تھا کہ سڈنی کارٹن جیل کی کال کوٹھری میں اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ وہاں کارٹن کے مجبور کرنے پر ڈارنے نے اس کے کپڑے خود پہن لئے اور اپنے کپڑے اسے دے دئے۔ پھر کارٹن نے

ڈارنے کو اپنا آخری پیغام دیا اور اسے زبردستی بے ہوشی کی دوا پلادی۔ جب ڈارنے بے ہوش ہوگیا تو اسے جیل خانے کے چوکیدار باہر لے گئے اور اسے باہر لے جاتے ہوئے وہ برابر اس بات پر ہنستے رہے کہ یہ انگریز جو ابھی چارلس ڈارنے سے ملنے آیا تھا کتنا کمزور دل تھا۔ یہ اسے دیکھ کر ہی بے ہوش ہوگیا۔ ان میں سے کوئی بھی یہ بات نہ جان سکا کہ اس وقت کال کوٹھڑی میں چارلس ڈارنے کے بجائے سڈنی کارٹن قید تھا۔

جس وقت چارلس ڈارنے کو لے کر گاڑی جیل خانے سے نکلی، مسٹر لوری اپنے کاغذات، بوڑھے مینٹ، لوسی اور اس کی بچی کے ساتھ پیرس سے باہر جارہے تھے مادام دفارج کے ذہن میں ایک بات آئی۔ اس نے چاہا کہ چارلس ڈارنے کی بیوی کو بھی ڈھونڈ لیا جائے۔ لوسی کی ملازمہ وہاں موجود تھی۔ اس نے اس بات کو چھپانے کی کوشش کی کہ اس کی مالکن وہاں سے بھاگ چکی تھی۔ مادام دفارج نے مکان میں گھسنے کی کوشش کی اور پستول نکال لیا اور پھر وہ اپنے ہی پستول سے گھائل ہو کر جاں بحق تسلیم ہوگئی۔

مجرموں کو گلوٹین پر چڑھایا جانے لگا اور ان کے سر کٹ کٹ کر گرنے لگے انتقامی جذبہ سے سرشار کچھ عورتیں وہاں موجود تھیں لیکن آج ان میں مادام دفارج نہیں تھی —— ایک گاڑی میں ایک مسکراتا ہوا نوجوان آیا اور اس کے ساتھ ہی کئی آوازیں ابھریں۔ "نمبر تئیس"! چارلس ڈارنے کی جگہ سڈنی کارٹن گلوٹین پر جا کھڑا ہوا۔ کوئی بھی اسے نہیں پہچان سکا۔ اس کی زبان سے نکلا "آج تک میں نے جو کچھ کیا ہے، اس سب سے اچھا کام میں اب کر رہا ہوں۔ آج تک میں نے جو کچھ جانا بوجھا ہے اس سب سے زیادہ اطمینان مجھے اسی سلسلے میں ملے گا"۔ اور کچھ ہی دیر بعد گلوٹین کا پھل نیچے گرا اور سڈنی کارٹن کی گردن کٹ کر پرے جا گری۔ اس وقت چارلس ڈارنے اپنے کنبے کے لوگوں کے ساتھ فرانس سے باہر نکل چکا تھا۔

طامس ھارڈی

بدقسمت

طامس ہارڈی کا جنم ۲ر جون ۱۸۴۰ء کو انگلینڈ کے ڈورچیسٹر نامی مقام میں ہوا۔ اپنی بیشتر تعلیم اپنے ہی بل بوتے پر حاصل کی اور پھر عمارتیں بنوانے کا کام کرنے لگے۔ ۱۸۷۱ء سے ۱۸۹۷ء تک آپ نے ناول نگاری کی جس کی وجہ سے آپ کو بے حد شہرت حاصل ہوئی ۱۸۹۷ء کے بعد آپ شاعری کرنے لگے۔ آپ ڈورچیسٹر میں ہی رہتے تھے اور وہیں ۱۱ر جنوری ۱۹۲۸ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

"بدقسمت" ہارڈی کی بین الاقوامی شہرت کے لئے بڑا ہی خوش قسمت ثابت ہوا ہے۔

THOMAS HARDY

TESS OF THE D'UR BERVILLES

مئی کا خوش گوار مہینہ تھا۔ شام ہو چکی تھی۔ ادھیڑ عمر کا جیک ڈربے فیلڈ اپنے گھر لوٹ رہا تھا۔ مارلٹ نامی گاؤں میں وہ ایک جھونپڑے میں رہتا تھا۔ اس کا کنبہ کافی بڑا تھا۔ اور بڑی مشکل سے گزر بسر ہوتی تھی جیک نواحی بستیوں میں انواع و اقسام کے کام کر کے روزی کماتا تھا۔

راستہ میں اسے گاؤں کا پادری ملا اور یہ دیکھ کر اسے بڑا تعجب ہوا کہ آج خود پادری نے اسے سلام کیا تھا۔ جیک ایسے معمولی آدمی کو گاؤں کا عزت دار پادری سلام کرے، واقعی تعجب انگیز بات تھی۔

پادری ٹرنگھم کا شوق تھا قدیم داستانوں کی کھوج بین۔ اس نے جیک کو "سر جان" کہہ کر مخاطب کیا۔ اور پھر رک رک کر اس نے بتایا کہ جیک ڈیوربروے کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ ولیم کے زمانے کے (جو کہ ایک مشہور فاتح تھا) ایک نارمن جاگیردار کے شجرے میں اس کے بلند اقبال اجداد کا تذکرہ موجود تھا۔

یہ سنتے ہی جیک کے طور اطوار بدل گئے اس میں ایک عجیب قسم کا غرور آگیا اور جب گھر والوں نے یہ بات سنی تو ان کی بھی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ دوسرے ہی دن جیک کی بیوی کو ڈیوربروے نامی ایک خاندان کی یاد آگئی جو قریب ہی ٹریسرج

نامی جگہ میں رہتا تھا۔ اور اس نے اپنی بڑی بیٹی ٹیس کو وہاں بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔ تاکہ وہ خاندان اپنے پرانے رشتوں کو یاد کر کے ان غریبوں کی کچھ امداد کرے۔

دوسرے دن ٹیس ضلع چیسٹر میں مسز ڈیوربروے کے گھر جا پہنچی وہ بڑی وسیع عمارت تھی۔ باہر سبز میدان میں اسے ایک نوجوان ملا جس نے اپنا نام الیک ڈیوربروے بتایا اور جو ٹیس کو دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گیا تھا۔ اُس نے ٹیس سے کئی طرح کے سوالات کئے لیکن اسے اپنی ماں کے پاس نہیں لے گیا۔ دراصل اس خاندان نے صرف اس وجہ سے اپنا نام ڈیوربروے رکھ لیا تھا کہ انھیں کچھ سہولتیں حاصل ہو جائیں۔ جبکہ سے ان لوگوں کا قطعی خون کا رشتہ نہیں تھا۔

کچھ عرصہ بعد دوبے فیلڈ گھنے کے یہاں ایک خط آیا جس میں ٹیس کو ملازمت دینے کی بات درج تھی۔ کام تھا مسز ڈیوربروے کی ناختاؤں کی دیکھ بھال۔ خط میں لکھا تھا کہ ٹیس اپنے سامان کے ساتھ تیار رہے، اسے لانے کے لئے گاڑی بھیج دی جائے گی۔

ٹیس تیار ہو گئی۔ روانگی کے دن خود الیک گاڑی لیکر آ پہنچا۔ گاڑی میں بڑی عمدہ گھوڑی جتی ہوئی تھی۔ راستے میں اس نے ٹیس کو چھیڑا کیوں کہ گاڑی جب پہاڑیوں پر سے اترتی تھی تو ٹیس خوفزدہ ہو جاتی تھی۔ وہ ہنستا رہا۔

وہاں پہنچ کر ٹیس کو پتہ چلا کہ مسز ڈیوربروے اندھی تھیں۔ وہ ان کے سامنے بہت کم لے جائی جاتی۔ ٹیس کا کام بہت ہلکا تھا۔ سنیچر کے دن وہ دوسرے ملازمین کے ساتھ بازار میں خرید و فروخت کے لیے چلی جاتی یا رقص میں حصہ لیتی۔

ایک سنیچر کو جب لوگ بازار سے لوٹ رہے تھے تو خلاف معمول زیادہ دیر ہو گئی تھی عورتوں میں چخ چخ ہونے لگی اور ایک عورت اپنا غصہ ٹیس پر اتارنے لگی۔ تبھی گھوڑے پر سوار الیک وہاں آ پہنچا اور اس نے ٹیس کو گھوڑے پر چلنے کی دعوت دی۔ ٹیس خوشی خوشی گھوڑے پر سوار ہو گئی۔

پہلے ہی کی طرح الیک نے ٹیس سے چھیڑ چھاڑ کی اور وہ گھبرا گئی - وہ بری طرح سے تھک بھی گئی تھی اور جب الیک راستے کا پتہ لگانے کے لئے گھوڑے سے اترا تو وہ بھی اتر پڑی - وہ اتنی زیادہ تھک گئی تھی کہ وہیں سڑک کے کنارے اسکی آنکھ لگ گئی - اور الیک کو اپنی ہوس پوری کرنے کا موقع مل گیا -

ٹرینبرج میں ٹیس کو آئے صرف چار مہینے ہوئے تھے - اور یہ اکتوبر کا مہینہ تھا کہ وہ ایک ہاتھ میں اپنی ڈلیا لٹکائے اور دوسرے میں اپنے سامان کا بنڈل لئے اپنے گاؤں مارلٹ لوٹ چلی - الیک پھر اپنی گاڑی پر اسے روکنے کیلئے آیا لیکن وہ اسے منا نہیں سکا - ٹیس کے دل میں اس کے تئیں کوئی لگاؤ نہیں تھا بلکہ وہ اس سے نفرت کرتی تھی وہ صرف حالات سے مجبور تھی کہ الیک نے اس پر جسمانی فتح حاصل کر لی تھی -

گھر پہنچ کر اس نے اس افسوسناک حادثے کا ذکر اپنی ماں سے کیا لیکن بیچاری ماں بھلا کیا کر سکتی تھی جو کچھ ہونا تھا ہو چکا تھا لہذا نو مہینے کے بعد ٹیس کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہو گیا - بچہ بیحد لاغر اور بیمار تھا - علاج معالجے کے باوجود وہ جانبر نہ ہو سکا اور پادری نے مسیحی رسومات کے مطابق اس کی تجہیز و تکفین سے بھی انکار کر دیا -

اس کے بعد ٹیس نے مارلٹ گاؤں چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا اور ادھر ادھر ملازمت کی کوشش کرنے لگی - بالآخر کافی دن بعد اسے پتہ چلا کہ ٹیلبو تھیز نامی جگہ میں ایک ڈیری تھی جس میں ایک گوالن کی ضرورت تھی - اس ڈیری کی کشش اسے وہاں کھینچ لے گئی -

یہاں ٹیس کی نئی زندگی کا آغاز ہوا - ڈیری کے منیجر کرک کی بیوی ٹیس کے کام سے خوش تھی - ڈیری میں کام کرنے والی دوسری لڑکیوں کا رویہ بھی اس کے تئیں دوستانہ تھا اس طرح پچھلی تکلیف دہ یادیں آہستہ آہستہ اس کے ذہن سے محو ہونے لگیں

ٹیلبو تھیز سے کچھ ہی دور ایمنسٹر نامی ایک بستی میں کلیئر نام کا ایک بہت ہی دبنگ قسم کا پادری رہتا تھا - اس کا ایک بیٹا اینجل علم زراعت کا طالب علم تھا اور ان دنوں ٹیلبو تھیز

میں مقیم تھا۔ اسے اپنے والد کی کٹر مذہبیت اور اونچے طبقے کے لوگوں سے نفرت تھی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس کا ارادہ خود کھیتی باڑی کرنے کا تھا۔

اینجل نے ٹیس کو دیکھا، کشش محسوس ہوئی اور وہ دل ہی دل میں اس سے محبت کرنے لگا لیکن اس محبت کا اظہار وہ بہت عرصہ بعد کر سکا۔ اس کے اظہارِ محبت کے بعد خود ٹیس بھی اسے چاہنے لگی لیکن اس کے شادی کے پیغام کو اس نے فوراً منظور نہیں کیا۔ وہ اسے اپنے ماضی کی تمام باتیں بتا دینا چاہتی تھی۔

اُدھر اینجل کچھ بھی سننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ وہ اُسے بڑی شدت سے چاہتا تھا۔ اور اس نے اس شادی کے مخالف اپنے والدین کو بھی رضامند کر لیا تھا۔

ٹیلبو تھیز میں آئے ٹیس کو سات مہینے ہوئے تھے کہ اینجل سے اسکی شادی ہو گئی۔ اس شادی میں نہ تو اینجل کے والدین نے حصہ لیا اور نہ ہی ٹیس کے۔ ٹیس کی یہ تمنا کہ وہ اینجل کو اپنا ماضی بتا دے، بالآخر سہاگ رات کو پوری ہو گئی ڈیوربروے نسل سے اپنے تعلق کے ساتھ ساتھ اس نے الیک سے اپنے تعلق اور بچے کی بات بھی بتا دی۔ اس کا خیال تھا کہ یہ سب سن کر اینجل اسے اور بھی اچھی طرح سے سمجھ سکے گا لیکن ہوا اس کے برعکس۔ اول تو اینجل کو ٹیس کی باتوں پر یقین نہیں آیا اور جب ٹیس نے اچھی طرح سے یقین دلایا تو پہلے تو ان میں طرح طرح کی تکرار ہونے لگی اور پھر شادی کے چوتھے دن ہی ان دونوں میں علیحدگی ہو گئی۔ اینجل اپنے مستقبل کی فکر کرنے لگا اور کچھ ہی دن بعد وہ برازیل چلا گیا جہاں نو آبادکاروں کو حکومت کی طرف سے زمین اور سہولیات فراہم کی گئی تھیں۔

ٹیس واپس اپنے گاؤں لوٹ گئی۔

اگلے آٹھ مہینے تک اس نے تھوڑے تھوڑے وقفے کے لیے کئی ڈیریوں میں کام کیا اور پھر ٹیلبو تھیز کی اس کی ایک گوالن سہیلی نے اسے فلنٹکومب ایش کے ایک فارم میں مستقل ملازمت ملنے کی امید دلائی۔ ٹیس فوراً وہاں جا پہنچی۔ اس بار اسے کھیتوں

میں بڑی کڑی محنت کا کام ملا۔

ایک اتوار کو وہ اپنے شوہر کے والدین سے ملنے ایمنسٹر گئی۔ وہاں پہنچنے پر اسے معلوم ہوا کہ وہ لوگ گرجا گھر گئے ہوئے تھے۔ اینجل کے بھائیوں نے اس سے جس ختم کی گفتگو کی، اس سے اس نے گرجا گھر جاکر ان سے ملنا لاحاصل سمجھا۔ وہاں سے جب وہ فلنٹ کومو بوس فارم کی طرف لوٹ رہی تھی تو راستے میں اس نے ایک گھمکڑ مبلغ کو دیکھا وہ اس کا لیکچر سننے کے لئے رک گئی اور یہ دیکھ کر اسے بے حد تعجب ہوا وہ مبلغ ایلیک تھا۔ ایلیک اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا اور اس نے اس سے گفتگو کرنے کی درخواست کی۔ اس نے بتایا کہ وہ پادری کلیئر کا شاگرد ہو گیا تھا اور اسی کے پند و نصائح نے اسے بدل دیا تھا۔ اب وہ اکثر ٹیس سے ملنے کے لئے آنے لگا اور ایک دن وہ پھر اپنے پرانے ٹھاٹ باٹ سے فارم میں آ پہنچا۔ اس نے بتایا کہ ٹیس کی شخصیت سے متاثر ہو کر اس نے تبلیغ کا کام چھوڑ دیا تھا اور اب ٹیس کو بطور بیوی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ٹیس کو اب پہلے سے بھی زیادہ اس سے نفرت ہو گئی تھی۔ اس کے باپ کا انتقال ہو چکا تھا اور پورا کنبہ بہت ہی خستہ حالی میں زندگی گزار رہا تھا۔ اینجل کا کچھ پتہ نہ تھا۔ اور ایلیک موقع بے موقع اینجل کا مذاق اڑاتا تھا۔

ٹیس نے اینجل کے نام ایک بہت طویل خط لکھا اور اسے اس کے والدین کے پاس بھجوانے کے بعد نہ جانے کہاں چلی گئی جب اینجل برازیل سے لوٹ کر آیا تو ٹیس کے اس خط کے علاوہ اسے ٹیس کی کسی دیرینہ دوست کا بھی ایک خط ملا جس میں لکھا تھا کہ ٹیس کی حالت بے حد نازک ہے۔

اینجل نے ٹیس کی والدہ کی مدد سے ٹیس کو تلاش کرنا شروع کیا۔ بڑی کوششوں کے بعد سینڈبرن میں اس کا سراغ ملا۔ لیکن جب اینجل وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ٹیس کے ساتھ ایلیک رہ رہا تھا۔ اینجل کے پوچھنے پر ٹیس نے کہا کہ اب بہت دیر

ہو چکی ہے۔

لیکن اس کے ایک گھنٹہ بعد ہی سینڈبرن کے باہر ہی سڑک پر اینجل سے اس کی دوبارہ ملاقات ہو گئی۔ وہ شہر سے بھاگ رہی تھی۔ اس نے بتایا کہ اینجل کے وہاں سے چلے آنے کے بعد اس نے ایک کو چھرے کے کئی واروں سے ہلاک کر دیا تھا۔

دو دن تک وہ دونوں کھیتوں میں چھپتے رہے اور پھر ایک کھنڈر میں انہوں نے کچھ وقت گزارا۔ اینجل کے ساتھ گزارے ہوئے یہ لمحے ٹیس کو اپنی زندگی سے بھی زیادہ قیمتی معلوم ہوئے۔ پانچویں دن شام کے وقت جب وہ سٹون ہنج تک ہی پہنچے تھے کہ پولیس نے انھیں گھیر لیا۔

جولائی کے گرم دن تھے۔ ونٹون سیسٹر کے قدیم شہر کی جیل میں پھانسی کا انتظام ہو رہا تھا۔ دُور ایک پہاڑی پر سے اینجل نے دیکھا کہ ایک جھنڈا لہرایا اور "انصاف" کا ہاتھ چل گیا۔

فرشتوں کے صدر خدائے رحیم و پاک نے ٹیس سے اپنے کھیل کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

سمرسٹ مام

بارش

ولیم سمرسٹ ماٰم ۲۵ جنوری ۱۸۷۴ء کو پیرس میں پیدا ہوئے آپ کے والد وہاں برطانوی سفارت خانے میں کام کرتے تھے۔

اوائل عمری میں ہی والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس لئے کافی عرصہ تک بڑی بدحالی میں آپ کی گزربسر ہوئی۔ پھر اپنی محنت سے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کی لیکن لگ پڑے ادب کی خدمت کرنے اور بھوکوں مرنے۔ آپ نے شادی بھی کی لیکن ۱۹۲۷ء میں طلاق ہو جانے کے بعد پھر تنہا رہ گئے۔ رفتہ رفتہ آپ کی تصانیف سے آپ کو کافی معقول آمدنی ہونے لگی اور مرتے وقت آپ نے وہ ساری آمدنی نوخیز ادیبوں کے نام لکھ دی۔

WILLIAM SOMERSET MAUGHAM

THE RAIN

ڈاکٹر میک فیل دو سال تک میدانِ جنگ میں رہنے کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ جہاز پر سفر کر رہے تھے ۔ انھیں یہ سوچ کر یک گونہ اطمینان ہو رہا تھا کہ کم از کم ایک برس تک وہ اے پیا میں سکون سے رہ سکیں گے ۔ اس وقت ان کی عمر چالیس کے قریب تھی۔ لمبا پتلا جسم اور سوکھ کر سکڑے ہوئے چہرے پر ایک زخم کا نشان ۔ وہ بہت آہستہ آہستہ اور رک رک کر بولتے تھے جس سے فوراً پتہ چل جاتا تھا کہ وہ اسکاٹ لینڈ کے باشندے تھے

جہاز کے اس سفر میں ہی ان کی ملاقات ڈیوڈسن جوڑے سے ہوئی ۔ مسٹر ڈیوڈسن پادری تھے ۔ ان کا قد کافی لمبا تھا۔ گالوں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں اور سیاہ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی ۔ ان کا میدانِ عمل سموآ نامی بڑے جزیرے کے شمال میں ان چھوٹے چھوٹے جزیروں میں تھا جو ایک دوسرے سے کافی دور تھے ۔ اور اس وجہ سے انہیں اکثر و بیشتر کشتی میں سفر کرنا پڑتا تھا ان کی عدم موجودگی میں مسز ڈیوڈسن مشن کا کام سنبھالتی تھیں مسز ڈیوڈسن شوہر کے مقابلہ میں کوتاہ قد کی خاتون تھیں ۔ اپنے بھورے رنگ کے بالوں کو وہ بڑی ترتیب سے سنوارے رکھتی تھیں اور اپنی نیلی آنکھوں پر ہمیشہ سنہرے فریم کا چشمہ لگائے رہتی تھیں۔

جہاز پر مسز ڈیوڈسن نے ڈاکٹر میک فیل کو بتایا کہ جب ان لوگوں نے وہاں مشن کا کام شروع کیا تھا تو انہیں بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا تھا ۔ وہاں کے باشندوں میں بہت

زیادہ بداخلاقی اور برائیاں رائج تھیں جنہیں وہ لوگ کسی لحاظ سے بھی برا نہیں سمجھتے تھے۔ ان کی شادی کی رسومات نہایت مکروہ اور گھناؤنی تھیں جن کے متعلق مسز ڈیوڈسن نے علیحدگی میں مسز میک فیل کو بتایا کیوں کہ نسوانی حجاب کی وجہ سے وہ ڈاکٹر میک فیل کو وہ سب نہیں بتا سکتی تھیں۔ جس علاقے میں وہ لوگ کام کرتے تھے اس میں کسی ایک لڑکی کا بھی باعصمت رہنا ناممکن تھا۔ مسٹر ڈیوڈسن نے جب اس کے اسباب کی چھان بین کی تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اس کا واحد سبب وہاں کے باشندوں کا وہ فحش رقص تھا جو وہ اکثر کیا کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے کوشش کر کے اسے بند کروا دیا۔ مسز ڈیوڈسن نے ڈاکٹر میک فیل کو یہ بھی بتایا کہ مسٹر ڈیوڈسن اپنے مشن کے کام میں اس درجہ مصروف رہتے ہیں کہ انہیں اپنے جسم و جان تک کی بھی سُدھ نہیں رہتی۔

دوسرے دن جہاز پیگو بندرگاہ کے کنارے جا رکا۔ جب ان کا سامان اتارا جا رہا تھا، ڈاکٹر میک فیل بڑے غور سے وہاں کے باشندوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان میں سے کئی "فیل پاؤں" کے مریض تھے۔ سب کے سب مرد اور عورتیں "لاوا۔ لاوا" (مغربی جزیروں کے باشندوں کے گھاس سے بنے ہوئے لہنگے) پہنے ہوئے تھے۔

کچھ دیر بعد موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ بارش سے بچنے کے لئے دوسرے لوگوں کے ساتھ ڈاکٹر میک فیل، ان کی بیوی اور مسز ڈیوڈسن بھاگتے ہوئے ایک بچاؤ کی جگہ پر جا پہنچے جہاں جہازوں نے لنگر ڈال رکھے تھے۔ کچھ دیر بعد مسٹر ڈیوڈسن بھی وہاں آ گئے اور انہوں نے بتایا کہ جزیرے کے باشندوں میں خسرے کی بیماری پھیلی ہوئی ہے۔ جہاز کا ایک خلاصی بھی بیمار پڑ گیا ہے۔ جسے ہسپتال میں بھرتی کروا دیا گیا ہے۔

اتنے میں اے پیا سے تار آیا کہ ابھی اس جہاز کو اے پیا میں نہیں آنے دیا جائے گا۔ اس خبر سے ڈاکٹر میک فیل کے ساتھ ساتھ پادری ڈیوڈسن بھی بہت فکرمند ہوئے۔ ڈاکٹر میک فیل جلد از جلد اے پیا پہنچنا چاہتے تھے اور پادری ڈیوڈسن اس وجہ سے فکرمند تھے

کہ وہ پچھلے ایک برس سے وہاں نہیں گئے تھے اور مشن کا کام ایک مقامی پادری کے ہاتھ میں تھا۔

مسٹر ڈیوسن کو جزیرے کے گورنر سے معلوم ہوا کہ وہاں کا ایک تاجر کرایہ پر مکان دیتا تھا، لہٰذا وہ برساتی پہن کر اس تاجر کے یہاں پہنچے۔ مکان مالک ہارن نسل کا تھا اور اس کی بیوی وہیں کی مقامی باشندہ جو ہر وقت اپنے بھورے بھورے بچوں سے گھری رہتی تھی۔ ہارن نے انھیں کرائے پر جگہ دے دی۔ اور وہ لوگ اپنا سامان وہاں لے آئے

جب ڈاکٹر میک فیل اپنا سامان سنبھالنے کے لئے نیچے اپنے کیبن میں آئے تو انھیں معلوم ہوا کہ مس تھامپسن نامی ایک نوجوان عورت نے بھی، جو انہیں کے جہاز میں سفر کر رہی تھی، ایک کمرہ کرائے پر لیا تھا، جسے اس نے مکان مالک ہارن سے خوب بحث مباحثہ کرکے ایک ڈالر یومیہ پر طے کیا تھا۔ اس کا کمرہ نیچے کی منزل میں تھا۔ اس کی عمر تقریباً ستائیس برس کی تھی جسم بھاری تھا لیکن اُسے بدصورت نہیں کہا جاسکتا تھا۔ اس وقت اُس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے اور سر پہ چوڑی سفید ٹوپی لگا رکھی تھی مس تھامپسن کے ساتھ سوان نامی ایک آدمی بھی تھا جس نے مکان مالک ہارن سے اس کی سفارش کی تھی۔

کرائے کے اس مکان میں مس تھامپسن نے ڈاکٹر کو بھی شراب کے لئے مدعو کیا، لیکن ڈاکٹر شکریہ ادا کرکے اپنا کام کرنے لگا۔

اگلے دن جب دوسرے لوگ چہل قدمی کرکے لوٹے تو پادری ڈیوڈسن نے بتایا کہ انہوں نے گورنر سے کافی بحث کی ہے لیکن شائد انہیں مزید پندرہ دن تک وہاں رکنا پڑے گا۔ مسٹر ڈیوڈسن مشن کے کام میں اس طرح ہورہی تاخیر سے کافی پریشان تھے۔ شام کو جب سب لوگ مل کر بیٹھے تو پادری ڈیوسن انہیں اپنی زندگی کے واقعات سُنانے لگے۔ انہوں نے بتایا کہ کس طرح مسز ڈیوڈسن سے ان کی پہلی ملاقات ہوئی تھی اور پھر کس طرح

شادی۔ انہوں نے اب تک کی اس زندگی کا بھی تفصیل سے ذکر کیا جب سے وہ میاں بیوی
ایک ساتھ وہ کرشن کا کام کر رہے تھے اس وقت بارش ہو رہی تھی اور وہ یہ سب بتا رہے
تھے کہ انہیں اونچی آواز میں ایک بازاری قسم کے گانے کی آواز سنائی دی۔

نیچے کے کمرے میں مس تھامپسن گراموفون بجا رہی تھی اور کچھ جہازی شراب پی کر ناچ رہے
تھے۔ اور فحش گانے گا رہے تھے۔ مس تھامپسن بھی ان کا ساتھ دے رہی تھی۔ اس وقت
لوگوں نے سوچا، شاید مس تھامپسن اپنے دوستوں کی دعوت کر رہی ہے۔

دوسرے دن بھی جب وہ لوگ کھانا کھا رہے تھے، نیچے سے گراموفون بجنے لگا۔
اور کچھ دیر بعد بدمست جہازیوں کے زوردار قہقہے اور بھری مجلسی باتیں سنائی دینے لگیں۔
یہ دیکھ کر مسٹر ڈیوڈسن کو شبہ ہوا کہ ممکن ہے وہ ایولی کی کوئی طوائف ہو اور اب وہاں سے بھاگ
کر یہاں دھندا کرنا چاہتی ہو۔ مسٹر ڈیوڈسن نے ایولی محلے کے بارے میں بتایا کہ وہاں عورتوں
کے جسم کا کاروبار نہایت بھدے ڈھنگ سے ہوتا تھا۔ لیکن اب ان کے مشن نے اس محلے کو
مکمل طور پر بدل دیا تھا۔

مسٹر ڈیوڈسن نیچے مس تھامپسن کے کمرے میں گئے لیکن وہاں مس تھامپسن کے
عاشقوں نے انہیں بری طرح زدوکوب کر کے کمرے سے باہر دھکیل دیا۔ ان لوگوں نے مسٹر
ڈیوڈسن پر شراب کا بھرا ہوا ایک گلاس بھی انڈیل دیا۔ دوسرے دن مس تھامپسن نے مسٹر
ڈیوڈسن کا دوبارہ مذاق اڑایا۔ شام کو مسٹر ڈیوڈسن پھر مس تھامپسن کے کمرے میں گئے
اور ایک گھنٹے تک اسے سمجھاتے رہے۔ اس وقت بھی بارش ہو رہی تھی۔ وہاں کی بارش کی
یہ خصوصیت تھی کہ جب ایک بار شروع ہو جاتی تھی تو پھر کئی کئی دن تک رکنے کا نام نہیں لیتی
تھی۔ مچھروں کی وجہ سے لوگوں کا سونا حرام ہو جاتا تھا۔ سال میں تین سو انچ تک بارش ہو
جاتی تھی۔

مسٹر ڈیوڈسن نے ڈاکٹر میک فیل کو بتایا کہ انہوں نے مس تھامپسن کو ہر طرح سے سمجھایا،

لیکن وہ نہیں مانی ۔ اب اس کی اصلاح کے لیے وہ فون کا استعمال کریں گے ۔ مسٹر ڈیوڈسن نے مسٹر ہارن کو بھی اسے کمرہ دینے کے لئے برا بھلا کہا اور مسٹر ہارن نے اُن سے وعدہ کیا کہ اب مس تھامپسن کے پاس کوئی شخص نہیں آئے گا ۔

اس کے دوسرے دن کی شام کو جب مسٹر ڈیوسن اپنے زمانۂ طالب علمی کی باتیں ڈاکٹر میک فیل کو سُنا رہے تھے تو نیچے مس تھامپسن گراموفون بجا رہی تھی لیکن آج اس کے پاس اور کوئی شخص نہیں تھا ۔ مس تھامپسن رات کو دیر تک گراموفون بجاتی رہی اور مسٹر ڈیوڈسن اپنے کمرے میں اس کے لئے دعا کرتے رہے ۔

دو تین دن تک کوئی خاص بات نہیں ہوئی ۔ اور اس عرصہ میں مس تھامپسن نے اپنے لئے کہیں اور جگہ دیکھنے کی کوشش کی لیکن اسے کوئی جگہ نہیں ملی ۔ ان راتوں کو مس تھامپسن بہت دیر تک گراموفون بجاتی رہی ۔ اتوار کے دن مسٹر ڈیوڈسن نے ہارن سے کہا کہ آج خدا کے یسوع مسیح کے آرام اور دعا کا دن ہے لہذا وہ مس تھامپسن کو ہدایت کردے کہ آج رات کو وہ گراموفون نہ بجائے ۔ ہارن کی ہدایت پر اس دن مس تھامپسن نے گراموفون نہیں بجایا

اس دوران میں مسٹر ڈیوڈسن ہر روز گورنر سے ملتے رہے اور مس تھامپسن کے بارے میں معلومات بہم پہنچانے کے ساتھ ساتھ اصرار کرتے رہے کہ وہ مس تھامپسن کو وہاں سے چلے جانے کا حکم صادر فرمادیں ۔ پہلے تو گورنر رضامند نہیں ہوا لیکن بعد میں مسٹر ڈیوڈسن نے ان پر چرچ کا زور دیکر انہیں مجبور کردیا ۔ جب مس تھامپسن کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے مسٹر ڈیوڈسن کو بہت گالیاں دیں اور ان کی بے عزتی کی ۔ مسٹر ڈیوڈسن نے اس سے بڑے پُرسکون لہجے میں گفتگو کی لیکن وہ جھلا کر نیچے چلی گئی ۔ گورنر نے اسے منگوار کو سان فرانسسکو جانے والے جہاز سے چلے جانے کا حکم دیدیا تھا ۔ اس کے دوسرے دن ہارن ڈاکٹر میک فیل کو مس تھامپسن کے کمرے میں لے گیا اور بتایا کہ اس کی طبیعت خراب ہے ۔ مس تھامپسن نے ڈاکٹر سے مدد کی درخواست کی ، اور کہا کہ وہ سان فرانسسکو نہیں جانا

چاہتی۔ ڈاکٹر نے کوشش کرنے کا وعدہ کیا۔ ڈاکٹر میک فیل نے اس سلسلے میں مسٹر ڈیوڈسن سے کافی بحث مباحثہ کیا اور اسے صرف پندرہ دن کے لئے اور وہاں رہنے کی اجازت دلانا چاہی لیکن مسٹر ڈیوڈسن اس بات پر راضی نہیں ہوئے۔ اسی سلسلے میں ڈاکٹر میک فیل گورنر سے بھی ملے لیکن انہیں وہاں سے بھی اجازت نہ ملی۔

دوسرے دن خود مس تھامپسن مسٹر ڈیوڈسن سے ملی اور رو رو کر ان سے درخواست کرنے لگی۔ اس نے مسٹر ڈیوڈسن کو بتایا کہ وہ سان فرانسسکو نہیں جانا چاہتی کیوں کہ وہاں اس کے گھر والے رہتے تھے۔ اور چونکہ، وہ طوائفوں کی اصلاحی جیل سے بھاگ کر آئی تھی اس لئے اسے تین سال کی سزا کا بھی خوف تھا۔ اس نے مسٹر ڈیوڈسن سے وعدہ کیا کہ اب وہ اپنا اخلاق سدھارے گی لیکن مسٹر ڈیوڈسن نے اس سے کہا کہ اسے وہاں جانا چاہیئے اور اسے جو سزا ملے اسے بخوشی قبول کرنا چاہیئے۔ صرف اسی طرح اس کی روحانی اصلاح ہو سکے گی۔ مس تھامپسن نے ہر ممکن طریقے سے مسٹر ڈیوڈسن کی منت سماجت کی۔ لیکن مسٹر ڈیوڈسن پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ آخر ڈاکٹر کا سہارا لے کر وہ اپنے کمرے میں آگئی اور تنہائی میں دیر تک روتی رہی۔ اِدھر مسٹر ڈیوڈسن بائبل نکال کر سب کے ساتھ مس تھامپسن کی روحانی اصلاح کے لئے دعائیں کرتے رہے اور پھر جب ڈاکٹر میک فیل نیچے گئے تو مس تھامپسن اس وقت بھی آرام کرسی پر بیٹھی سسک رہی تھی۔

مس تھامپسن نے ڈاکٹر سے مسٹر ڈیوڈسن سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مسٹر ڈیوڈسن کے آنے پر مس تھامپسن نے کہا کہ وہ بہت بری ہے اور اب اپنے گناہوں کا کفارہ کرنا چاہتی ہے۔ مسٹر ڈیوڈسن اس بات سے بہت خوش ہوئے۔ ڈاکٹر میک فیل اور ہارن سے یہ خبر اپنی بیوی کو سنانے کے لئے کمر وہ دروازہ بند کر کے رات کے دو بجے تک مس تھامپسن کے ساتھ دعائیں کرتے رہے۔ اس کے بعد بھی اپنے کمرے میں آکر وہ رات بھر دعا میں مصروف رہے۔

دوسرے دن پھر جب ڈاکٹر میک فیل مس تھامپسن کو دیکھنے گئے تو اس نے کل ہی کی طرح مسٹر ڈیوڈسن سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ اُس نے بتایا کہ جب تک مسٹر ڈیوڈسن اس کے پاس رہتے تھے اسے بڑا سکون ملتا تھا۔ اگلے دو دنوں تک مسٹر ڈیوڈسن کا بیشتر وقت مس تھامپسن کے ساتھ دعا کرنے میں ہی صرف ہوا۔ ان دنوں میں انہیں عجیب عجیب قسم کے خواب بھی آتے رہے۔ مسٹر ڈیوڈسن اس بدنصیب عورت کے دل میں چھپی گناہ کی جڑوں کو کاٹ کاٹ کر پھینکتے جا رہے تھے

دن آہستہ آہستہ گذرتے جا رہے تھے۔ اب مس تھامپسن ہر وقت اداس اور پریشان رہتی تھی۔ اپنے کپڑوں تک کی اسے سدھ نہیں تھی اور وہ کافی کافی دیر تک اپنے کمرے میں ٹہلتی رہتی تھی۔ اب اسے صرف اور صرف مسٹر ڈیوڈسن کا سہارا تھا وہ ان کے ساتھ بائبل پڑھتی اور دعا کرتی رہتی۔ مسٹر ڈیوڈسن کو وہ ایک لمحے کیلئے بھی اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس تمام عرصے میں بارش بھی مسلسل ہوتی رہی تھی۔

سبھی منگلوار کا انتظار کر رہے تھے، کیوں کہ اس دن سان فرانسسکو جانے والا جہاز آنے والا تھا۔ سوموار کی شام کو گورنر کے دفتر کا ایک آدمی آ کر مس تھامپسن کو دوسرے دن گیارہ بجے تک تیار ہو جانے کے لئے کہہ کر چلا گیا۔ مسٹر ڈیوڈسن بھی اس وقت اس کے ساتھ تھے۔ مسز ڈیوڈسن کو بھی مس تھامپسن کے چلے جانے کی بے حد خوشی تھی۔ سب لوگ تھک چکے تھے لہذا سونے کے لئے چلے گئے۔

دوسری صبح کو ڈاکٹر میک فیل ابھی سو ہی رہے تھے کہ کسی نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ ہارن انھیں جگا رہا تھا۔ پھر ہارن نے انہیں اشارے سے اپنے پیچھے پیچھے آنے کو کہا۔ ڈاکٹر میک فیل اپنا دواؤں کا بیگ لے کر اس کے پیچھے چل پڑے۔ انہوں نے سمجھا شاید مس تھامپسن کی طبیعت زیادہ

خراب ہو گئی ہے۔ ہارن جو ہمیشہ زین کا سوٹ پہنتا تھا، آج 'لاوا لاوا' پہنے ہوئے تھا۔ دونوں نیچے اترے۔ باہر پانچ مقامی باشندے کھڑے تھے۔ وہ سڑک پر آ گئے۔ پھر سڑک پار کر کے بندرگاہ پر پہنچے۔ وہاں سمندر کے کنارے ڈاکٹر نے دیکھا کہ کچھ لوگ کسی چیز کو گھیرے کھڑے تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر کو راستہ دیا اور آگے بڑھ کر ڈاکٹر نے دیکھا کہ پادری ڈیوڈسن کی لاش آدھی پانی میں اور آدھی پانی سے باہر پڑی تھی۔ ان کے بائیں ہاتھ میں ایک استرا تھا جس سے انہوں نے اپنا گلا کاٹ ڈالا تھا۔ لاش ایکدم ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر نے پولیس کو اطلاع دینے کے لئے کہا ہارن نے ڈاکٹر سے پوچھا کہ کیا مسٹر ڈیوڈسن نے خودکشی کی ہے اور ڈاکٹر کے 'ہاں' کہنے پر اس نے دو آدمیوں کو پولیس بلانے کے لئے بھیج دیا۔ ادھر پولیس وہاں پہنچی ادھر ڈاکٹر مسز ڈیوڈسن کو یہ افسوسناک خبر سنانے چلے گئے۔ لاش کو مردہ گھر پہنچا دیا گیا۔

مسز ڈیوڈسن تنہا مردہ گھر میں لاش کے پاس گئی اور پھر تھوڑی دیر بعد خاموشی سے باہر آ گئی۔ پھر انہوں نے سب سے واپس چلنے کے لئے کہا۔ اور جب وہ لوگ مکان کے قریب پہنچے تو انہیں گراموفون کی کرخت آواز سنائی دی جو ایک عرصے سے خاموش تھی۔ مس تھامپسن اپنے دروازے میں کھڑی ہنس ہنس کر ایک ملاح سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ ایک دم بدل گئی تھی۔ آج اس کی پوشاک بھی ویسی تھی جیسی پوشاک پہن کر اس نے پہلے پہل وہ مکان کرائے پر لیا تھا بلکہ آج تو اس نے اپنے آپ کو خاص طور سے سجا سنوار رکھا تھا۔ جب وہ لوگ دروازے میں گھسے تو اس نے ایک طنزیہ قہقہہ لگا کر مسز ڈیوڈسن کے منہ پر تھوک دیا۔ ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر مس تھامپسن کو کمرے میں دھکیل دیا اور بڑی سختی سے اسے گراموفون بند کرنے کے لئے کہا۔ اس پر مس تھامپسن نے بڑے کرخت لہجے میں ڈاکٹر سے کہا کہ وہ بغیر اس کی اجازت کے کیسے اس کے کمرے میں گھس آیا ہے۔ ڈاکٹر نے اس کا

مطلب پوچھا تو مس تنہا مپسن نے نہایت نفرت انگیز لہجے میں کہا "تم مرد لوگ! تم سب کے سب! کتے ہو! کمینے ذلیل کتے۔"

ڈاکٹر ہیک نیل ششدر رہ گئے اور کچھ بھی سمجھ نہیں پائے۔

ایملی برونٹے

نفرت

ایملی برونٹے ، چارلوٹ برونٹے کی چھوٹی بہن تھیں - آپ ۳۰ ر جولائی ۱۸۱۸ء کو تھورنٹن میں پیدا ہوئیں اور صرف ۳۰ برس کی عمر میں ہیورتھ ، یارک شائر میں ۱۹ ر دسمبر ۱۸۴۸ء کو آپ کا انتقال ہوگیا - آپ بہت کم گھر سے باہر نکلیں جب بھی کہیں باہر جائیں ، آپ کو گھر کی یاد بری طرح ستانے لگتی - اس طرح آپ نے اپنی زندگی شمالی انگلستان کے بے رنگ بنجروں میں گزاری ، جس کا عکس آپ کی تخلیقات میں بھی ملتا ہے -

"وُدرنگ ہائٹس" (نفرت) آپ کا واحد ناول ہے جو آپ کے انتقال سے ایک برس قبل شائع ہوا تھا - بے وقت موت کی وجہ سے آپ نہیں جان سکیں کہ آپ کے اس ناول کو کس درجہ شہرت حاصل ہوئی -

EMILY BRONTE

WUTHERING HEIGHTS

مسٹر لوک وُوتھرش کوس گرینج[لہ] کے نئے کرایہ دار تھے۔ جب وہ اپنے مکان مالک سے ملنے ان کے گھر گئے تو اُن کا اچھی طرح سے خیر مقدم نہیں ہوا۔ نوکر چاکر، کتے یہاں تک کہ مکان مالک مسٹر ہیتھ کلف۔ سب کے سب بڑے خشک مزاج تھے۔ مسٹر ہیتھ کلف اگرچہ دیکھنے میں کسی جاگیردار سے کم نہ تھے۔ ان کا قد اونچا، جسم مضبوط اور خدوخال کافی متناسب تھے لیکن وہ حد درجہ اداس سنجیدہ بلکہ غمگین سے تھے۔

مکان مالک کی اس خوب صورت جائے رہائش کا نام تھا۔ وُدرنگ ہائٹس۔ وہ کھیتوں کے بیچوں بیچ بنی ہوئی ایک قدیم عمارت تھی۔ جہاں طوفانی ہوائیں بے روک ٹوک چلتی تھیں۔ ان لوگوں سے مل کر لوکوڈ کو کافی تشویش ہوئی۔ دوسرے دن وہ پھر ان عجیب و غریب قسم کے لوگوں سے ملنے گیا اسی دوران میں برفانی طوفان امڈ آیا اور اسے رات گزارنے کے لئے مجبوراً وہاں رکنا پڑا۔ رات کو اسے اس گھر کے باقی ماندہ عجیب و غریب لوگ بھی ملے۔ ایک ہیتھ کلف کے مرحوم بیٹے کی بیوہ تھی۔ وہ کافی حسین تھی اور عمر کے لحاظ سے اس نے ابھی لڑکپن ہی عبور کیا تھا۔ ایک گنوار سا نوجوان تھا۔ ہیرٹن ارنشا! یہی نام وُدرنگ ہائٹس کے پھاٹک پر کندہ تھا اور اس کے نیچے لکھا تھا۔ ۱۵۰۰ء۔

لہ دیہی مکان

لوکوڈ کو جس شبستان میں ٹھہرایا گیا تھا، اب اسے کوئی استعمال نہیں کرتا تھا۔ لوکوڈ نے دیکھا کہ دروازوں پر "کیتھرائن ارنشا" "کیتھرائن ہیتھ کلف" اور "کیتھرائن لنٹن" وغیرہ نام کھدے ہوئے تھے کتابوں کے خالی صفحوں پر اسے ایک بے ترتیب سی ڈائری رکھی ہوئی ملی کچھ اس قسم کے جملے درج تھے "ہنڈلے قابلِ نفرت ہے۔ ہیتھ کلف کے تئیں اس کا سلوک بڑا ہی بے رحمانہ ہے — ہما اور میں بغاوت کریں گے۔ بیچارا ہیتھ کلف! ہنڈلے اسے غنڈہ اور آوارہ کہتا ہے۔ اسے ہمارے ساتھ بیٹھنے بھی نہیں دیتا۔"

اور پھر نیند میں لوکوڈ کو بڑے بڑے خواب آئے۔ خواب میں اس نے دیکھا کہ ایک زرد رو لڑکی جو اپنے آپ کو کیتھرائن لنٹن کہتی تھی، کھڑکی کے باہر کھڑی تھی اور بڑے پُر درد لہجے میں کہہ رہی تھی "میں بیس برس سے بے گھر بار بھٹک رہی ہوں"

لوکوڈ جاگ پڑا۔ گرینج میں واپس آکر اس نے یہ کہانی مکان کی دیکھ بھال کرنے والی بوڑھی ملازمہ نیلی ڈین کو سنائی۔ گرینج کے علاوہ نیلی ڈین ودرنگ ہائٹس میں بھی ملازمت کر چکی تھی۔ اس نے لوکوڈ کو یہ کہانی سنائی۔

ایک بار ہائٹس کے بوڑھے دادا ارنشا لورپول گئے۔ جب وہ واپس آئے تو ان کے ساتھ چیتھڑے لٹکائے ہوئے ایک گندا اور کالے بالوں والا لڑکا تھا جو انہیں کسی سڑک کے کنارے ملا تھا۔ انہوں نے لڑکے کو نہلوایا، صاف کپڑے پہنوائے اور اس کا نام ہیتھ کلف رکھ دیا۔ جس سے اس کے والدین یا خاندان کا کچھ بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ وہ لڑکا بڑا خاموش طبیعت لیکن بڑے مضبوط دل و دماغ کا مالک تھا کیوں کہ مار کھانے پر اس کی آنکھوں سے ایک بھی آنسو نہیں نکلتا تھا اور اسی لئے ارنشا کو وہ لڑکا بہت پسند تھا۔ ارنشا کی بیٹی کیتھرائن تو اس ہیتھ کلف کے ساتھ کھیلنے لگی اور ان دونوں میں دوستی ہو گئی۔ لیکن ارنشا کے بیٹے ہنڈلے کو ہیتھ کلف سے بڑی نفرت تھی۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ ہیتھ کلف اس کے والد کی ساری شفقت اس سے چھینے لے رہا تھا۔

پھر بوڑھے ارنشا کا انتقال ہو گیا۔ ہنڈلے کالج سے اپنی بیوی سمیت لوٹ آیا۔
ہنڈلے کی بیوی بھی ہیتھ کلف سے اپنے شوہر ہی کی طرح نفرت کرنے لگی بلکہ اس نے تو اسے گھر کے فرد کے بجائے گھریلو ملازم بنا دیا۔ اُدھر کیتھرائن حسب معمول ہیتھ کلف میں دلچسپی لیتی رہی۔ ہیتھ کلف کے تئیں اپنے بھائی اور بھاوج کا رویہ اسے بہت ناگوار گذرتا تھا۔
ہنڈلے کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا اور اس کے کچھ دن بعد ہی اس کی بیوی تپدق سے مرگئی۔ مارے غم کے ہنڈلے بے حال ہو گیا اور دن رات شراب پینے لگا۔
انہیں دنوں تھرش کراس گرینج کے ایڈ گر لنٹن نے کیتھرائن کو دیکھا اور دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گیا۔ وہ ایک شائستہ اور نرم طبیعت کا نوجوان تھا۔ کیتھرائن کے دل میں ہیتھ کلف بسا ہوا تھا اس لئے جب لنٹن نے اس سے شادی کی درخواست کی تو وہ بڑی مشکل سے رضامند ہوئی۔
اور جب ہیتھ کلف کو اس بارے میں معلوم ہوا تو وہ اچانک نہ جانے کہاں چلا گیا۔ کیتھرائن رات بھر اسے باہر بارش میں ڈھونڈتی رہی اور اس طرح سردی لگ جانے سے اسے بڑے زوروں کا بخار ہو گیا۔ اس بیماری اور غم نے اسے جسمانی اور ذہنی اعتبار سے شکستہ کر دیا۔
تین برس گذر گئے۔ اب کیتھرائن مسز لنٹن تھی اور گرینج میں رہنے کے لئے چلی آئی تھی۔ نیلی ڈین بھی جو اب تک ہنڈلے کے چھوٹے بچے ہیریٹن کی آیا تھی، کیتھرائن کے ساتھ آگئی تھی۔ ہیتھ کلف کا اب بھی کوئی پتہ نہیں تھا اور کیتھرائن نے ذہنی سنبھالا لے لیا تھا۔
پھر ایک دن اچانک ہیتھ کلف لوٹ آیا۔ ایک جوان، خوبصورت اور با اخلاق آدمی کی صورت میں۔ اس کی شکل صورت سے ہی لگتا تھا کہ اس کے پاس بے انداز دولت تھی۔ وہ اتنا عرصہ کہاں رہا اور کہاں سے اس نے ایسی تعلیم و تربیت اور اتنی

دولت حاصل کی، یہ کوئی نہیں جان سکا۔ کیتھرائن اسے دیکھتے ہی خوشی سے ناچ اٹھی لیکن جب ایلنٹن نے اسے دیکھا تو وہ خفا بھی ہوا اور غمگین بھی کیوں کہ ہیتھ کلف نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے اس کی توہین کر ڈالی۔ اب ہیتھ کلف ان کے یہاں اکثر آنے جانے لگا۔ کچھ ہی دنوں میں لنٹن کی اٹھارہ سالہ بہن اسابیلا ہیتھ کلف کی محبت میں گرفتار ہو گئی۔ کیتھرائن کو یہ دیکھ کر لطف تو آیا لیکن اس نے لڑکی کے مستقبل کو نظر میں رکھتے ہوئے اسے ہیتھ کلف کے اصلی روپ سے آگاہ کر دیا کہ در اصل وہ بڑا سخت گیر تھا اور اس کا مقصد تھا ۔ جیسے بھی ممکن ہو اپنے دشمنوں کا خاتمہ! اس کے ساتھ ہی کیتھرائن ہیتھ کلف کی زندگی کی حقیقت جانتے ہوئے بھی اس سے محبت کرتی تھی۔ کچھ اس طرح سے کہ جیسے اس سے محبت نہ کرنا، اس کے لئے ناممکن تھا۔

ہیتھ کلف "وُدرنگ ہائٹس" میں مقیم ہو گیا۔ ہنڈلے کے اب دو ہی شغل تھے شراب پینا اور جوا کھیلنا۔ ہیتھ کلف اسے ان شغلوں کے لئے بے دریغ قرض دینے لگا اور اس طرح اس نے ہنڈلے کو برباد کر دیا۔ اپنے جوئے کا قرض چکانے کے لئے ہنڈلے نے ارنشا کی ساری جائیداد ہیتھ کلف کے ہاتھ گروی رکھ دی۔

ارنشا خاندان کے بعد ہیتھ کلف کو لنٹن خاندان سے نفرت تھی کیونکہ لنٹن نے ہی کیتھرائن کو اس سے چھینا تھا۔ جب اسے لنٹن کی بہن اسابیلا کی محبت کا پتہ چلا تو وہ بھی اسے اپنی جھوٹی محبت کے چکر میں پھنسانے لگا۔ یہ دیکھ کر نیلی نے ایک دن کیتھرائن سے اس کا ذکر کیا۔ پہلے تو کیتھرائن لنٹن کی طرف سے بولی لیکن جب لنٹن ہیتھ کلف کے خلاف بولا تو وہ ہیتھ کلف کی حمایت میں بولنے لگی۔ مار پیٹ کی نوبت آگئی۔ ہیتھ کلف چلا گیا اور کیتھرائن بے ہوش ہو گئی۔ اس کے دل میں صدمہ بیٹھ گیا تھا۔ اسی رات اسابیلا ہیتھ کلف کے ساتھ بھاگ گئی۔ چھ ہفتے بعد اسابیلا کا خط آیا جس میں ہیتھ کلف کے تئیں اس نے اپنی نفرت کا اظہار کیا تھا اور لکھا تھا کہ وہ اس سے بڑی سنگدلی سے پیش آتا تھا۔ نیلی کو یہ

بھی پتہ چلا کہ کیتھرائن کی بیماری کے دنوں میں ہیتھ کلف اس کے باغ میں چھپا رہتا تھا۔
ایک لڑکی کو جنم دیکر کیتھرائن مرگئی۔ لڑکی کا نام بھی کیتھرائن رکھا گیا۔ لنٹن خاندان میں کوئی لڑکا نہ ہونے کی وجہ سے ساری جائیداد اسابیلا کی اولاد کو ملے گی، ہیتھ کلف یہ دیکھ رہا تھا۔ ادھر کیتھرائن کی موت سے اسے بڑا صدمہ پہنچا تھا۔ رات رات بھر وہ اس کی قبر پر بیٹھا رہتا تھا اور نتیجے کے طور پر اسابیلا پر اور بھی ظلم ڈھاتا تھا، انہیں مظالم سے تنگ آکر ایک رات اسابیلا گھر سے نکل بھاگی۔ پہلے وہ گریج گئی اور پھر وہاں سے جنوبی علاقے میں جا پہنچی جہاں اس کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔
ہیتھ کلف نے ہنڈلے کے بیٹے ہیرٹن کو ان پڑھ رکھا تھا۔ ہنڈلے شراب پی پی کر جوانی میں ہی مرگیا۔ اب ہیتھ کلف وُدرنگ ہائٹس کا مالک بن گیا۔ کچھ برس بعد اسابیلا بھی مرگئی اور اس کے بیٹے کو ایڈگر لنٹن گریج میں لے آیا۔ اس وقت اس کی عمر سولہ برس کی تھی اور وہ بیمار رہتا تھا۔ بالآخر نیلی اسے اس کے باپ ہیتھ کلف کے پاس لے گئی۔ ہیتھ کلف کو اسے دیکھ کر نفرت ہوئی لیکن پھر بھی اس نے اسے ہیرٹن کے مقابلے میں عزت سے رکھا۔
ننھی کیتھرائن کو اسابیلا اور ہیتھ کلف کے اس بیمار بیٹے سے محبت ہوگئی اور ہیتھ کلف نے جتن کرکے ان دونوں کی آپس میں شادی کروادی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ایڈگر لنٹن کا بھی انتقال ہوگیا اور اس طرح تھرش کوس گریج کے ساتھ ساتھ کیتھرائن بھی ہیتھ کلف کے ہاتھ میں آگئی۔ پھر ہیتھ کلف کا بیٹا اور زیادہ بیمار ہوگیا لیکن ہیتھ کلف نے ڈاکٹر تک نہیں بلوایا اور اس کی بھی موت ہوگئی۔

یہ تھا وہ کنبہ جہاں لوک وُڈ گیا تھا۔

لوک ؤ ڈ لنڈن لوٹ آیا۔ اگلی گرمیوں میں جب وہ سیر و سیاحت کی غرض سے پھر
وہاں گیا تو اس نے دیکھا، وُدرنگ ہائٹس میں سب کچھ بدل گیا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا
تھا۔ باغ میں پھول کھلے ہوئے تھے اور کیتھرائن اور ہیرٹن بیٹھے ایک کتاب پڑھ رہے تھے۔
اور نیلی ڈین گھر کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ نیلی ڈین نے باقیماندہ کہانی بیان کی

لوک وڈ کے جانے کے پندرہ دن بعد ہی نیلی کو وُدرنگ ہائیٹس میں بلا لیا گیا۔
ہیتھ کلف اب اور بھی زیادہ تنہائی پسند ہو گیا تھا۔ اس نے نیلی کو بتایا کہ کیتھرائن کی روح
اس کے بہت قریب رہتے ہوئے بھی اس سے دور رہتی تھی۔ کیتھرائن اس کے مرحوم
بیٹے کی بیوی اور ہیرٹن میں دوستی بڑھ رہی تھی ہیتھ کلف سب کچھ جانتے ہوئے بھی
نظر انداز کر رہا تھا۔ پھر تین دن تک اس نے کچھ نہیں کھایا اور ایک طوفانی رات
میں اس کا انتقال ہو گیا۔

کیتھرائن اور ہیرٹن نے آپس میں شادی کر لی تھی اور وہ گریبج میں رہتے تھے۔
یہی نیلی کی بیان کردہ داستان کا انجام تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ لوگوں میں یہ افواہ
عام تھی کہ ہیتھ کلف اور اس کی محبوبہ کیتھرائن کی روحیں میدانوں میں ساتھ ساتھ
گھومتی تھیں۔

لوک وڈ لوٹ آیا

چارلوٹے براونٹے

یتیم

چارلوٹے براونٹے ۲۱ر اپریل ۱۸۱۶ء کو تھورنٹن، یارک شائر میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی دو بہنیں بھی ادیبائیں تھیں۔ آپ کی بیشتر زندگی، تنہائی میں گزری اور اسی لئے آپ نے اپنے لئے تصورات کی دنیا بسالی اور تیرہ برس کی عمر میں ہی کہانیاں لکھنے لگیں۔ بعدازاں جب آپ معلّمہ بن کر برسیلز گئیں تب آپ کے خیالات میں قدرے وسعت آئی۔ اور آپ نے کنبے کے محدود احاطے سے باہر کی چیزوں کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ آپ نے شادی بھی کی لیکن کچھ عرصہ بعد ہی ۳۱ر مارچ ۱۸۵۵ء کو آپ کا انتقال ہو گیا۔

جین آئر (یتیم) آپ کا انتہائی مشہور و مقبول ناول ہے۔ جو سب سے پہلے ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا تھا۔

CHARLOTTE BRONTE

JANE EYRE

جین آئر بچپن میں ہی یتیم ہوگئی تھی اس لئے مسز ریڈ نامی اس کی ایک خالہ کے یہاں اس کی پرورش ہوئی۔ مسز ریڈ نے جین آئر کے والد یعنی اپنے بھائی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ جین آئر کو اپنے بچوں کی طرح رکھے گی لیکن اس نے اسے ہمیشہ یتیموں کی طرح رکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے بچے الزا جیورجیانا اور جان بھی جین آئر کی توہین کیا کرتے تھے۔ اس سے ایک اچھوت کا سا سلوک کیا جاتا۔ اور جب وہ دس برس کی ہوئی تو اس کی کسی غلطی پر اسے ایک اندھیرے کمرے میں بند کر دیا گیا نتیجے کے طور پر اس کے دماغ میں خلل آ گیا اور اسے ایک طرح کے دورے پڑنے لگے۔

اس کے تین مہینے بعد اسے لوُوڈ اسکول میں بھیج دیا گیا، جو چندوں اور خیرات پر چلتا تھا۔ پورے آٹھ برس اس نے وہاں گذارے۔ پہلے چھ برس طالب علم کے طور پر اور اگلے دو برس استانی کی حیثیت میں اور پھر اٹھارہ برس کی عمر میں وہ مسٹر ایڈورڈ روچسٹر کی ایک لے پالک لڑکی ایڈیلا ویرنس کی گورنس بن کر تھارن فیلڈ ہاوس میں چلی گئی۔ یہاں ایڈیلا کی سرپرست مسز فیئر فیکس نے اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ مسز فیئر فیکس مسٹر روچسٹر کی رشتہ دار تھیں

ایڈورڈ روچسٹر بہت بڑے جاگیردار تھے اور ان کا یہ تھارن فیلڈ ہاوس بھی بہت بڑی

عمارت تھی جس کا بیشتر حصہ خالی پڑا رہتا تھا۔ ایکدن مسز فیئر فیکس اسے عمارت دکھلانے لگیں جب وہ تیسری منزل پر پہنچیں تو انہیں ایک خوفناک قہقہے کی آواز سنائی دی۔ جین ایکدم چونک اٹھی اس پر مسز فیئر فیکس نے اسے بتایا کہ یہ کسی ملازم کی آواز تھی۔ یہ کہہ کر انھوں نے گریس پول کو پکارا، پکار سنتے ہی دروازے میں ایک مضبوط سی عورت آکھڑی ہوئی۔

مسز فیئر فیکس نے اس سے کہا۔ "اتنا شور نہ کیا کرو۔"

اس کے بعد وہ آواز بند ہو گئی۔

جنوری کا مہینہ تھا۔ دن ڈھل رہا تھا۔ جین گھومتے ہوتے پڑوس کے ایک گاؤں میں چلی گئی۔ پھر چلتے چلتے تھک گئی تو ایک جگہ بیٹھ کر آرام کرنے لگی۔ تبھی اس نے دیکھا کہ ایک بلند قامت گھوڑے پر ایک سوار چلا آرہا ہے اور پھر اس کے دیکھتے دیکھتے گھوڑا برفیلی سڑک پر پھسل گیا۔ اور سوار پچھاڑ کھا کر گر پڑا۔ سوار کے ساتھ اس کا ایک بڑا سا کتا بھی تھا وہ بھونک بھونک کر جین کو مدد کے لئے بلانے لگا۔ لیکن جب جین وہاں پہنچی تو سوار نے اس کی مدد لینے سے انکار کر دیا۔ سوار کی بھوئیں بڑی موٹی تھیں اور چہرہ بڑا کرخت۔ پھر بھی جین کو اس سے خوف نہیں آیا بلکہ اس کی کرختگی دیکھ کر اسے ایک قسم کا اطمینان ہی ہوا۔ اس آدمی کی عمر پینتیس برس کے قریب تھی۔

جین نے سوار کو اس کے حال پر چھوڑنا پسند نہیں کیا۔ تب سوار نے اس کا نام اور پتہ پوچھا۔ اور جب اسے معلوم ہوا کہ جین تھارن فیلڈ میں گورنس تھی تو اس نے اس کی مدد قبول کر لی اور اس کا سہارا لیکر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور پھر گھوڑے کو ایڑھ لگا کر اپنے کتے سمیت نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

جین جب گھر پہنچی تو اسے معلوم ہوا کہ راستے میں ملنے والا سوار کوئی دوسرا نہیں خود اس کے مالک مسٹر روچسٹر تھے۔ دوسرے دن جین کو مسٹر روچسٹر اور ایڈیلا کے ساتھ چائے پینے کے لئے بلایا گیا۔ وہاں ایک عجیب قسم کی اداسی چھا رہی تھی۔ مالک نے سنجیدگی اور مزاح کے ملے جلے

پہلے جس کل کے واقعہ کا ذکر کیا اور کہا کہ شاید گھوڑے پر جین نے جادو کر دیا تھا۔ جین نے بڑے بھول پن سے جواب دیا کہ وہ جادو گرنی نہیں ہے۔ یہ سن کر مالک کے چہرے کی کرختگی قدرے کم ہو گئی — اسی طرح آٹھ مہینے گذر گئے۔ جین کے سامنے پڑ جانے پر مالک اس سے ضرور کوئی نہ کوئی بات کرتے اور کبھی کبھی مسکرا بھی دیتے اور کبھی کبھی جین کو ایسا محسوس ہونے لگتا جیسے وہ ان کی ملازمہ نہ ہو بلکہ ان کی کوئی رشتہ دار ہو۔

ایک رات جین سو رہی تھی کہ اس کے کمرے کے باہر کوئی آواز ہوئی۔ جین کی نیند اچٹ گئی۔ پہلے ایک وحشیانہ قہقہہ سُنائی دیا اور پھر ایسا لگا جیسے انسانی قدموں کی چاپ دور ہوتے ہوتے تیسری منزل کی سیڑھی کی طرف چلی گئی۔ وہ خوف سے کانپ اٹھی اور اس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ پھر اس نے دیکھا کہ مسٹر روچسٹر کے کمرے سے دھوئیں کے غبار اٹھ رہے تھے۔ بوکھلا کر وہ اس طرف بھاگی اور کمرے میں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ بستر میں آگ لگی ہوئی تھی اور مسٹر روچسٹر اس پر بے ہوش سے پڑے تھے اس نے جلدی سے آگ کی لپٹوں پر پانی ڈال کر انہیں بجھایا اور پانی پھینک پھینک کر مسٹر روچسٹر کو بھی بھگو دیا۔ بھیگنے پر وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے اور پھر جین سے آگ لگنے کی بات سُنکر وہ جانچ پڑتال کے لئے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے بولے "میں تیسری منزل دیکھ کر آتا ہوں"۔

کچھ دیر بعد جب وہ واپس اپنے کمرے میں آئے تو مطمئن سے تھے جین سے انہوں نے وعدہ لیا کہ وہ اس واقع کے بارے میں کسی سے بھی کچھ نہیں کہے گی — گھر کے لوگوں سے یہ کہہ دیا گیا کہ پاس رکھی ہوئی موم بتی سے بستر میں آگ لگ گئی تھی جسے خود مسٹر روچسٹر نے بجھا دیا تھا۔

اس کے بعد مسٹر روچسٹر کہیں باہر چلے گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں ایک اجنبی شخص وہاں آیا اور اس نے بتایا کہ وہ ویسٹ انڈیز سے آیا تھا اور اس کا نام

مسٹر بیسن تھا۔ جب مسٹر روچسٹر لوٹ کر آئے اور انھیں نووارد کے بارے میں بتایا گیا تو اُن کا چہرہ ایک دم سفید پڑ گیا اور اس کے ساتھ ہی ان کے مُنہ سے نکل گیا۔

"اُف! جین!! مجھ پر حملہ ہوا ہے۔" لمحہ بھر کے توقف کے بعد وہ پھر بولے، "کتنا اچھا ہوتا اگر میں کسی گمنام جزیرے میں چلا جاتا جہاں صرف تم میرے ساتھ ہوتیں اور میری تمام تر پریشانیاں ختم ہو جاتیں۔"

لیکن اس کے علاوہ انھوں نے اور کچھ نہیں کہا اور وہ میسن سے ملنے چلے گئے کافی دیر تک ان دونوں میں باتیں ہوتی رہیں۔ اور جب وہ لوٹ کر آئے تو ان کے چہرے پر مسکراہٹ اور لہجے میں چہچہاہٹ تھی۔ جین نے یہ دیکھا تو اس کے دل پر سے بوجھ اتر گیا۔

رات کا سناٹا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا کہ اچانک تیسری منزل سے چیخ دہکا دینے والی آواز سنائی دی اور سارا گھر جاگ گیا۔ اپنے کمرے کے ٹھیک اوپر کے کمرے میں جین کو لگا جیسے وہاں دھینگا مشتی ہو رہی ہو اور پھر ایک بھیانک آواز گونج اٹھی۔

"بچاؤ۔!"

تبھی مسٹر روچسٹر تیسری منزل سے اترتے دکھائی دیے اور انھوں نے سب کو سونے کے لیے بھیج دیا۔ انھوں نے کہا کہ ایک ملازم کوئی خوفناک خواب دیکھ کر چلّا اٹھا تھا۔ سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد مسٹر روچسٹر نے خاموشی سے جین کو بلایا اور اسے اوپر کی منزل کے ایک اندرونی کمرے میں لے گئے جس سے ملحقہ کوٹھری میں سے اس طرح کی بھیانک آوازیں آ رہی تھیں جیسے کوئی جانور غرّا رہا ہو اور وہیں عجیب و غریب قسم کے قہقہے بھی سنائی دیے۔ بیرونی کمرے میں میسن بیہوش پڑا تھا اور اس کی ایک بغل سے خون بہہ رہا تھا۔ جین نے دو گھنٹے تک اس کی خدمت اور مرہم پٹی کی تب کہیں اس نے آنکھیں کھولیں

اس کے بعد دن نکلنے سے پہلے پہلے اسے وہاں سے ہٹا دیا گیا۔

موسم گرما کا سہانا موسم آگیا۔ دونوں وقت مل رہے تھے۔ اور چاروں طرف حسن ہی حسن چھایا ہوا تھا۔ جین باغیچے میں کھڑی تھی کہ مسٹر روچسٹر وہاں چلے آئے۔ بات چیت ہونے لگی۔ جین نے بتایا کہ اسے تھارن فیلڈ سے بہت لگاؤ ہوگیا تھا جس کے جواب میں مسٹر روچسٹر نے بے خیالی میں صرف اتنا کہا۔ "بیچاری!"

جین سمجھی کہ مسٹر روچسٹر کا اشارہ کماری انگرم کی طرف تھا جس سے وہ شادی کرنا چاہتے تھے اور جو اکثر و بیشتر ان سے ملنے آیا کرتی تھی۔ اس نے اسی سلسلے میں بات چلائی اور مالک نے تسلیم کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں! تقریباً ایک مہینے میں، مجھے امید ہے میں دولہا بن جاؤں گا۔"

جین کے دل کو سخت دھکا لگا آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور وہ روتے ہوئے کہنے لگی "تو پھر میں یہاں کیا کر رہی ہوں۔ میں کیوں یہاں رہ رہی ہوں۔ میں ایک سیدھی سادی عام سی لڑکی ہوں۔ تو کیا تم سمجھتے ہو میرے دل نہیں ہے......"

روچسٹر نے اسے اپنی بانہوں کے حلقے میں لیکر چوم لیا۔ وہ پیچھے ہٹ گئی۔ تب انہوں نے بتایا کہ جسے وہ محبت کرتے تھے، وہ کماری انگرم نہیں، جین تھی۔ انہوں نے بڑے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ "تم ہی میری دلہن ہو ــــ تم ہی میری پسند ہو۔"

ایک مہینے بعد جب گرجا گھر میں مسٹر روچسٹر اور جین کی شادی ہو رہی تھی اور پادری شادی کی رسومات مکمل کرنے والا تھا کہ دور سے ایک آواز آئی "یہ شادی نہیں ہو سکتی کیوں کہ مسٹر روچسٹر کی ایک بیوی پہلے سے موجود ہے۔" اور یہ کہتے ہوئے میسن سامنے آگیا۔ اس نے اعلان کیا کہ وہ مسٹر روچسٹر کی اس بیوی کا بھائی تھا اور اس

کی بہن تھارن فیلڈ میں ہی تھی۔

رد چسٹر کے چہرے پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھری۔ انہوں نے کہا "ایک سے زیادہ بیویوں کی رسم اگرچہ مکروہ اور ناقابلِ برداشت ہے پھر بھی ذاتی طور پر میں اس پر عمل کرنا چاہتا ہوں"۔ اور اس کے بعد وہ وہاں آئے ہوئے لوگوں کو اپنے ہمراہ تھارن فیلڈ لے گئے۔ جس کمرے میں ایک وقت میسن زخمی حالت میں پڑا تھا، اس سے ملحقہ کوٹھری میں ایک عجیب و غریب جانور اپنے چار پیروں پر چل رہا تھا۔ وہ ہر چیز پر جھپٹ رہا تھا اور درندوں کی طرح غراتا تھا۔ جسم کپڑوں سے ڈھکا تھا اور اس کے چہرے کو ڈھیر سارے روکھے بالوں نے چھپا رکھا تھا۔۔۔ یہی رد چسٹر کی پہلی بیوی تھی۔

رد چسٹر نے بتایا "پندرہ برس پہلے مجھے دھوکہ دے کر اس پاگل اور حیوانی صفت عورت سے میری شادی کر دی گئی تھی"۔

جین نے اس وقت تو مسٹر رد چسٹر کو معاف کر دیا لیکن دوسرے دن وہ چپ چاپ وہاں سے چلی گئی۔ اور مورٹن نامی قصبے میں جین ایلیٹ کے نام سے ایک اسکول میں استانی بن گئی۔ وہاں گرجا کے پادری تھے مسٹر سینٹ جون ریورس۔ تعلقات بڑھے تو انہوں نے جین سے شادی کی درخواست کر دی لیکن اسی رات جین کو محسوس ہوا کہ جیسے رد چسٹر اسے پکار رہے ہوں۔ "جین، جین!!"

جین نے دیکھا کہ وہاں اسے پکارنے والا کوئی نہیں تھا۔ اسے بڑی بے چینی ہوئی اور صبح ہوتے ہی وہ تھارن فیلڈ کی طرف روانہ ہو گئی۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ تھارن فیلڈ کی وسیع عمارت جل کر ملبے کا ڈھیر بن چکی تھی۔

وہ ایک سرائے میں جا ٹھہری۔ جہاں سے اسے پتہ چلا کہ ایک رات مسٹر رد چسٹر کی پاگل بیوی شراب کے نشے میں وحشت ہو گئی تھی اور اس نے پورے گھر میں آگ لگا دی تھی۔ مسٹر رد چسٹر نے بڑی مشکلوں سے ایک ایک کر کے ملازمین کو باہر نکالا اس کے بعد

وہ اپنی پاگل بیوی کو نکالنے کے لئے شعلوں میں گھس گئے۔ اِدھر وہ پاگل عورت چھت پر چڑھ گئی۔ اور چھت پر سے کود کر جاں بحق ہو گئی۔ اُدھر جب مسٹر روچسٹر باہر نکلنے کی کوشش کر رہے تھے تو سامنے کی سیڑھی گر پڑی اور وہ اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ جب انہیں ملبے میں سے نکالا گیا تو اُن کی ایک آنکھ پھوٹ چکی تھی اور ایک ہاتھ اس بُری طرح سے کچل گیا تھا کہ اسے کاٹنا پڑا۔ اس کے بعد دوسری آنکھ بھی سوج گئی اور وہ اندھے ہو گئے۔ یہ سن کر جین فوراً اُن کی تلاش میں نکل پڑی اور بالآخر اس نے انہیں ڈھونڈ لیا اور فرطِ محبت سے ان کا بازو تھام لیا۔ وہ ابھی کچھ بھی نہیں بول پائی تھی کہ مسٹر روچسٹر مسرت سے چلا اٹھے "کون ؟ جین ! جین آیر"

"ہاں میرے مالک !" جین نے ڈبڈبائی آنکھوں سے کہا "میں ہی ہوں جین آیر۔ میں نے تمہیں ڈھونڈ لیا ہے اور میں تمہارے پاس لوٹ آئی ہوں۔"

جین آسٹن

فتح و شکست

جین آسٹن ایک دیہی گرجا گھر کے پادری کی بیٹی تھیں اور ان کی پوری زندگی دیہات میں ہی گذری تھی۔ ۱۶ دسمبر ۱۷۷۵ء کو ہیمپ شائر کے سٹیونسن نامی مقام میں آپ پیدا ہوئیں اور زندگی بھر کنواری رہنے کے بعد ۱۸ جولائی ۱۸۱۷ء کو آپ کا انتقال ہو گیا۔

آپ کی تنہائی کی زندگی کا عکس آپ کے ناولوں میں بھی جا بجا نظر آتا ہے۔ آپ نے سماج کا نہایت محدود دائرہ دیکھا۔ دیہات کے اونچے خاندانوں کا سماج ہی آپ کی تخلیقات کا مرکز رہا۔ لکھنا آپ نے اوائل عمری ہی میں شروع کر دیا تھا لیکن اس وقت کی سماجی پابندیوں کی وجہ سے آپ کو اپنے ناول اپنے نام کے بغیر ہی شائع کروانے پڑے۔ پرائڈ اینڈ پریجوڈیس (فتح و شکست) آپ کا مقبول ترین ناول ہے

JANE AUSTEN

PRIDE AND PREJUDICE

یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ دولتمند کنواروں کو بالآخر بیوی کی ضرورت پڑتی ہی ہے
چارلس بنگلے بھی ایک دولت مند کنوارا تھا اور اس نے حال ہی میں نیدرفیلڈ پارک
نامی ایک عالیشان جگہ کرائے پر لی تھی۔

لونگ بورن کے رہنے والوں کے لئے یہ واقعہ فوراً موضوع گفتگو بن گیا۔ اور پڑوس
میں رہنے والے بینیٹ کنبے کو تو شاید اب اور کوئی موضوع سوجھتا ہی نہیں تھا۔ اس کنبے
میں شادی کے قابل کئی لڑکیاں تھیں جو ایک عرصے سے دولتمند کنواروں کا انتظار کر رہی
تھیں۔

لونگ بورن میں سماجی تعلقات بڑھانے کے چند مراکز میں سے ایک اسمبلی ہال کے
نام سے مشہور تھا۔ وہاں بزم رقص منعقد ہوا کرتی تھی جس میں بال ڈانس سب سے
اہم تھا۔ جلد ہی یہ بات سننے میں آئی کہ چارلس بنگلے اپنے گھر کے افراد کے ساتھ
آئندہ ہونے والے بال ڈانس میں حصہ لینے وہاں جائے گا

لونگ بورن میں بینیٹ خاندان خاصی شہرت اور اہمیت کا مالک تھا۔ مسٹر
بینیٹ کی پانچ غیر شادی شدہ بیٹیاں تھیں اور اُن کے پاس ان کی شادی کرنے کے
لئے زیادہ روپیہ بھی نہیں تھا۔ وراثت میں بھی ان لڑکیوں کو کچھ زیادہ اثاثہ ملنے کی

امید نہیں تھی۔

مسز بینٹ ایک خوبصورت خاتون تھیں اور انھوں نے اپنی خوبصورتی کو ابھی تک قائم رکھا ہوا تھا۔ وہ نہ تو زیادہ سمجھدار تھیں اور نہ ہی انہیں دنیا داری سے زیادہ واقفیت تھی بلکہ ان کا مزاج بھی ٹھکانے نہیں رہتا تھا۔ اگرچہ وہ اپنی ازدواجی زندگی کے ۲۳ سال بسر کر چکی تھیں پھر بھی وہ اپنے خاوند کے مزاج کو سمجھنے کی کوشش کرنے کے بجائے اپنی ہی دھن میں مست رہتی تھیں۔ اُدھر مسٹر بینٹ کا طنز آمیز مزاج سنجیدگی، اور ایک طرح کا سنکی پن۔ کبھی کچھ ایسا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنی بیوی کے لئے سراپا راز بنے ہوئے تھے۔ شوہر اور بیوی کے درمیان ایک خلیج سی حائل رہتی تھی۔

بالآخر وہ دن آگیا اور بینٹ کنبہ بال ڈانس میں جا پہنچا جہاں چارلس بنگلے پہلے سے موجود تھا۔

دیکھنے میں اچھے۔ بے تکلف اور شریف چارلس بنگلے کے ساتھ اس کی دو بہنیں تھیں۔ بڑی بہن کا ہرسٹ نامی شوہر بھی وہاں موجود تھا۔ اُسی جگہ ایک اور نوجوان بھی تھا جس کا نام تھا فٹنر ولیم ڈارسی۔ اُس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ بہت مالدار تھا۔ اُس کی سالانہ آمدنی دس ہزار پونڈ تھی جو بلاشبہ بہت بڑی رقم تھی۔ ڈارسی کی خوبروئی سے سب لوگ متاثر تھے۔ اور اس کی تعریف بھی کیا کرتے تھے لیکن وہ اتنا زیادہ متکبر تھا کہ اس کے رویّہ سے لوگ اس کے خلاف ہو گئے تھے اور جلد پہلے جو اس کی تعریف کیا کرتے تھے، اب اس سے نفرت سی کرنے لگے تھے۔

چارلس دیسا متکبر معلوم نہیں ہوتا تھا۔ وہ ہر بار رقص میں حصہ لیتا تھا جبکہ ڈارسی ہر بار رقص نہیں کرتا تھا۔ وہ منتظر رہتا تھا کہ کب لوگ ناچتے ہوئے گھومتے ہوئے اس طرح آئیں کہ وہ مسز ہرسٹ یا کیرولین بنگلے کے ساتھ ہی رقص کر سکے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نہ تو وہ کسی دوسری عورت کے ساتھ رقص کر سکا اور نہ اس نے کسی سے تعارف

ہی گیا۔ وہ تو کسی سے بھی ملنا نہیں چاہتا تھا۔ اُس کے اِس تکبر سے دوسری عورتوں کے دل میں ایک قسم کا غصہ سا ابھر گیا۔

الزبتھ بینٹ کینے کی دوسری بیٹی تھی۔ رقص کرتے وقت اُسے اپنا جوڑا جب ایک بار نہ مل سکا تو وہ باہر بیٹھنے کے لئے مجبور ہو گئی۔ وہاں مسٹر ڈارسی اور مسٹر بنگلے آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ الزبتھ نے وہ باتیں سنیں۔ وہ دونوں اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ کوئی لڑکی ان کی باتیں سن رہی تھی۔

ڈارسی نے دورانِ گفتگو بنگلے سے کہا "کیا کہا؟ میں اِن خفامی عورتوں کے ساتھ ناچوں؟ یہ تو مجھے سزا دینے کے برابر ہے!"

الزبتھ یہ سُن کر جل اُٹھی لیکن اُسی وقت اُس نے سنا "ہاں، بینٹ خاندان کی بڑی لڑکی جین ضرور خوبصورت ہے"

تبھی ڈارسی کی نظر الزبتھ پر پڑ گئی۔ اُسے کیا خبر تھی کہ وہ سب کچھ سُن رہی تھی۔ اُس نے ان جانے ہی میں کہا "ویسے تو یہ بھی کام چلاؤ ہے لیکن یہ کوئی ایسی خوبصورت نہیں ہے کہ میرے دل میں اپنے لئے کوئی کشش پیدا کر سکے"

ڈارسی کی یہ باتیں اگرچہ الزبتھ کو ناگوار گزریں لیکن وہ بھی مزاجیہ طبیعت کی لڑکی تھی۔ اُس نے اپنے دوستوں کو یہ بات بہت مزے لے کر سُنائی۔ اِس واقعہ سے اُن کی تفریحِ طبع ہو گئی۔

اِدھر بنگلے اور بینٹ خاندانوں میں جلد ہی دوستی پیدا ہو گئی دونوں کے تعلقات میں اضافہ ہونے لگا۔ اور پھر لوگوں میں یہ مشہور ہونے لگا کہ چارلس بنگلے اور جین ایک دوسرے کو چاہنے لگے ہیں۔ چارلس کی بہنوں کو جین سے بھی زیادہ پیاری لگی الزبتھ لیکن مسز بینٹ اُن کو مصیبت دکھائی دیتی تھیں۔ اُن کی تیسری بیٹی میری انہیں بالکل خشک معلوم ہوتی تھی اور وہ لیڈیا اور کٹی کے ساتھ ساتھ اُسے بھی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔

اُن کی رائے میں یہ لڑکیاں خوانخواہ "ہاہا، ہو ہو" کر کے ہنسنے والی تھیں اور اپنا سارا وقت مردوں کے پیچھے گھومنے میں ضائع کرتی تھیں۔

اُدھر ڈارسی کے دل میں کچھ اور ہی بات پیدا ہو گئی تھی وہ دل ہی دل میں الزبتھ کو چاہنے لگا تھا۔ اب اسے اس کی ہر بات ہر ادا پسند آنے لگی تھی۔ اب وہ اسے سادگی کا مجسمہ معلوم ہوتی تھی۔

رفتہ رفتہ باتیں ظاہر ہونے لگیں اور ایک روز بنگلے کی بہن نے ڈارسی سے پوچھا "اب آپ کے لئے میں کس دن خوشی مناؤں؟"

اس نے واضح الفاظ میں ایک راز کو ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ڈارسی محتاط تھا۔ بولا "واقعی! عورتوں کا تخیل بھی کتنی تیزی سے پرواز کرتا ہے!"

بات صاف نہیں ہوئی۔

انہیں دنوں بنگلے خاندان میں چند روز کے لئے دونوں بہنیں آئیں۔ تب بینٹ خاندان کی بڑی لڑکی جین ان سے ملنے کے لئے گئی، وہاں اُسے زور کا زکام اور بخار ہو گیا۔ اس بیماری کی وجہ سے وہ بنگلے خاندان میں ہی رہنے لگی۔ مسز بینٹ نے بھی ایسی ترکیبیں کیں کہ جن سے ان کی بیٹی بنگلے خاندان میں زیادہ سے زیادہ دنوں تک موجود رہے۔ ان ایام میں جین بنگلے خاندان میں بے حد ہر دل عزیز ہو گئی اور الزبتھ وہ درجہ حاصل نہ کر سکی۔ بنگلے خاندان میں کیرولین ضرور اُسے بہت پرکشش تسلیم کرتی تھی لیکن مسز ہرسٹ کے نزدیک وہ بڑی زبان دراز تھی۔

اُدھر الزبتھ کے دل میں ڈارسی کے تئیں بدستور تعصب بھرا ہوا تھا۔ ڈارسی کے وہ تکلیف دہ الفاظ اُسے ابھی تک یاد تھے۔

انہیں دنوں مسٹر وکہیم نامی ایک خوبرو اور شیریں زبان نوجوان اس علاقے میں آیا۔ لونگ بورن کے قریب ہی میری ٹون نام کا ایک قصبہ تھا۔ وکہیم وہیں ایک

افسر جو کہ فوجی رجمنٹ میں آیا تھا۔ اس نوجوان افسر سے جب الزبتھ کی بات چیت

ہوئی تو ڈارسی کے خلاف اس کے دل میں جو تعصب تھا وہ اور بھی شدید ہو گیا۔ وجہ

یہ تھی کہ وکہیم کے والد ڈارسی کے والد کی خدمت میں تھے۔ اور ان کی خدمات سے خوش

ہو کر ڈارسی کے والد نے وکہیم کو بطور انعام کچھ جائداد دینے کی خواہش ظاہر کی تھی

لیکن ڈارسی نے نہایت سنگدلی سے والد کی اس خواہش کو ٹھکرا دیا تھا۔

بنگلے اور جین کے باہمی تعلقات روز بروز گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ ایسا

معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب بنگلے بینیٹ کنبہ میں آ کر جین سے شادی کی تجویز رکھے گا لیکن

انہیں دنوں جب بال ڈانس کے لئے سب لوگ اکٹھے ہوئے تو وہاں بینیٹ کنبہ

کا سلوک ایسا رہا کہ خود الزبتھ کو بھی پسند نہیں آیا اور پھر اچانک ہی بنگلے خاندان

نیدرفیلڈ سے شہر چلا گیا۔ اور تو کوئی نہ سمجھ سکا لیکن الزبتھ نے بال ڈانس کے

وقت اپنے کنبے کے نازیبا سلوک کو ہی اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

اسی زمانے میں لونگ بورن میں پادری کے جانشین کی حیثیت سے ولیم

کالنس آیا۔ اور ایک دن بینیٹ کنبے سے ملاقات کرنے ان کے یہاں پہنچا۔ یہ شخص

ترک بھڑک دکھانے کا شوقین تھا۔ یہ شخص نہ تو مجلسی آداب و اخلاق سے واقف تھا

اور نہ ہی مذاق سمجھ سکتا تھا۔

ایک دن اس نوجوان پادری نے الزبتھ کے سامنے شادی کی تجویز رکھی۔ الزبتھ

اس کی طویل رٹی رٹائی سی تقریر سنتی رہی اور آخر میں اس نے اس سے شادی کرنا

نامنظور کر دیا۔ کالنس پر اس کا الٹا اثر ہوا۔ وہ یہی کہتا رہا کہ الزبتھ نے صرف

اسے اذیت دینے کے لئے ہی ایسا کیا تھا۔ ویسے وہ اس کے خلاف نہیں تھی اور

وہ دل ہی دل میں اسے چاہتی تھی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ پادری کالنس کی کوششیں برابر جاری رہیں حالانکہ ہر بار

وہ کامیابی سے دور ہی ہوتا گیا۔ دو بار پھر اس نے شادی کی تجویز رکھی لیکن جب الزبتھ نے دونوں بار اسے نامنظور کر دیا تب کہیں پادری نے اس "نامنظوری" کو سچ سمجھا لیکن وہ بھی بہت مشکل سے۔ الزبتھ کی شارلٹ لیوکس نام کی ایک سہیلی تھی۔ کالنس نے شارلٹ ہی سے شادی کر لی۔ اُس سیدھی سادی لڑکی نے کسی قسم کی مخالفت نہ کی۔

افواہ تو یہ بھی تھی کہ بنگلے کا دل ڈارسی کی بہن جارجی آنا کے تئیں پرکشش تھا، اسی لئے وہ جین کو چھوڑ گیا تھا۔ لیکن کالنس کی شادی نے مسٹر بینٹ کے طنز و مزاح کے رجحان کو ابھار دیا۔ انہوں نے باتوں ہی باتوں میں اپنی دوسری بیٹی الزبتھ سے پوچھا "لڑکیاں شادی کرنے کے پہلے بڑی اتاولی ہوتی ہیں۔ لیکن کوئی اُن سے پوچھے کہ شادی کے بعد تمہیں کیا چیز عزیز ہے، تو وہ کیا کہہ سکتی ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ محبت میں تنگ جانا! شاید! اب تمہاری باری کب آنے کو ہے؟ کیا تمہیں وکہیم پسند ہے؟"

وکہیم سے الزبتھ کے تعلقات گہرے نہیں ہو پائے تھے۔ اور یہ بھی سُنا جانے لگا تھا کہ اُس نے کسی امیر خاتون کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ لیکن جہاں تک دوستانہ تعلقات کا سوال تھا، وکہیم اور الزبتھ میں کسی قسم کا من مٹاؤ نہ تھا۔

کالنس اور شارلٹ کی شادی ہو جانے پر وہ دونوں اُن کے ہاں ہنس فورڈ ملنے گئے۔

پڑوس میں ڈارسی بھی بطور مہمان مقیم تھا۔ اسے دیکھ کر الزبتھ کے دل میں پھر سے مخالفانہ جذبات بھڑک اٹھے۔ اُس کے اس شک میں اضافہ ہونے لگا کہ جین اور بنگلے کے تعلقات میں دراصل ڈارسی ہی رخنہ انداز ہوا تھا۔

لیکن الزبتھ کی ملاقات سے ڈارسی کے دل کو مسرت ہوئی۔ ڈارسی نے اچانک ہی اس کے تئیں اپنی محبت کا اظہار کر دیا اور شادی کی تجویز رکھ دی۔

الزبتھ چونک اٹھی۔

ڈارسی نے اپنی قربانی کا تذکرہ کیا۔ اُس نے کہا " دیکھو الزبتھ! میرا سماجی مرتبہ بلند ہے۔ اگر میں تمہارے خاندان سے اپنا رشتہ قائم کرتا ہوں تو میری عزت کچھ کم ہی ہوگی لیکن میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اس کے لئے بھی تیار ہوں "۔

نتیجہ اُلٹا نکلا۔ الزبتھ کا تعصب پھر بھڑک اٹھا۔ اسے وہ اور بھی متکبر معلوم ہوا۔ اُس نے شادی کی تجویز کو نہ صرف ٹھکرا دیا بلکہ ٹھکرانے کی وجہ بھی بتا دیں۔

ڈارسی چلا گیا لیکن الزبتھ کے لئے ایک خط چھوڑ گیا جس میں بینٹ کنبے پر گہرے طنز تھے اور اُن میں صداقت بھی تھی۔ اُس نے لکھا تھا کہ اُسے اس بات کا قطعی علم نہیں تھا کہ جین اور بنگلے میں باہمی کشش تھی۔ اُس نے یہ بھی انکشاف کیا تھا کہ وکہیم کاہل تھا اور اُس سے اُس نے نہایت اچھا سلوک کیا تھا جس کا بدلہ اسے یہ ملا کہ وکہیم نے خود اس کی بہن جارجی آنا کو بھگا لے جانے کی کوشش کی تھی۔

الزبتھ نے خط پڑھا لیکن وہ فوری طور پر کچھ بھی طے نہ کر سکی۔

دو ماہ گزر گئے۔ الزبتھ اپنے رشتے کے ایک چچا اور چچی ۔ گارڈنر کنبے کے ہاں پیمبرلی گئی ہوئی تھی۔ وہاں ڈارسی کا بھی ایک مکان تھا۔ بڑی بے دلی سے الزبتھ اس کا گھر دیکھ رہی تھی۔ جب اُس کی بات چیت اُس گھر کی دیکھ بھال کرنے والے ملازم سے ہوئی تو اُس نے ڈارسی کی تعریفوں کے پل باندھ دئے۔

الزبتھ سوچ ہی رہی تھی کہ اچانک ڈارسی بھی وہاں آگیا۔ اب الزبتھ کے دل میں ڈارسی کے تئیں کچھ کشش پیدا ہونے لگی تھی کہ اُسی وقت ایک حادثہ ہو گیا جس سے سارا کھیل بگڑ گیا۔

اطلاع ملی کہ لیڈیا نے ترکیبیں لڑا کر خود کو برائٹن نامی جگہ پر مدعو کروایا تھا اور وہاں جانے کے بہانے وہ موقع پا کر وکہیم کے ساتھ بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔ فوجی دستہ ان دنوں وہیں مقیم تھا۔

جین اور الزبتھ کے رشتے طے نہیں ہوئے تھے۔ میری اور کٹی کے بھی نہیں۔ منجھلی لڑکی لڈیا کا اس طرح فرار ہو جانا اچھا نہیں تھا۔ وہ بھی دکہیم کے ساتھ جس نے خود اپنے محسن ڈارسی کی بہن جارجی آنا کو اغوا کر لے جانے کی کوشش کی تھی۔ اطلاع یہ بھی ملی تھی کہ دکھیم اور لڈیا شادی کے بغیر ہی لندن میں رہ رہے تھے۔

اس خبر سے ڈارسی لڑکھڑا گیا۔ گارڈنر خاندان اور بھی لوگ فوراً مسٹر بینٹ سے ملنے کے لئے لونگ بورن روانہ ہو گئے اور پھر مسٹر بینٹ کے بھائی (الزبتھ کے چچا) گارڈنر مسٹر بینٹ کے ساتھ دکہیم اور لڈیا کو تلاش کرنے کے لئے لندن چلے گئے۔ لیکن مسز بینٹ کو دوسری ہی فکر کھائے جا رہی تھی۔ انہیں یہ غم تھا کہ آخر لڈیا اپنی شادی کے لئے لباس کہاں سے خریدے گی؟

پادری کالنس کو خبر ملی تو اس نے بڑے افسوس سے خط لکھا لیکن بینٹ کنبہ کی فکر بھی دور ہو گئی۔ لڈیا اور دکہیم کا پتہ چل گیا تھا اور دکہیم کو لڈیا سے شادی کرنے کے لئے بھی تیار کر لیا گیا تھا۔ اور پھر خاندان کی عزت برقرار رکھنے کے لئے کوشش کر کے دکہیم کو نیوکیسل رجمنٹ میں اچھا عہدہ دلوا دیا گیا۔ لڈیا بہت خوش تھی۔ اُس نے اپنی ماں اور کنواری بہنوں کو مدعو کیا اور کہلوایا کہ موسم سرما کے ختم ہوتے ہوتے وہ اپنی کنواری بہنوں کے لئے شوہر تلاش کر ڈالے گی۔

جب لڈیا سے ان لوگوں کی ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ اس کی شادی میں ڈارسی موجود تھا۔ الزبتھ کی رائے اب تبدیل ہونے لگی۔ مسز گارڈنر کی باتوں سے ڈارسی کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ اب الزبتھ کو معلوم ہوا کہ دکہیم اور لڈیا کو تلاش کرنے والا دراصل ڈارسی ہی تھا اور اُسی نے دکہیم کو لڈیا سے شادی کرنے کے لئے تیار کیا تھا۔ اس کے لئے اس نے اپنے پاس سے ایک ہزار پونڈ خرچ کر کے دکہیم کے تمام قرضے چکائے تھے۔ اور لڈیا کے اخراجات کے لئے

بھی اُسی نے ایک ہزار پونڈ دیئے تھے۔ لیکن اتنا کرکے بھی اُس نے اس سب کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہا تھا۔

ادھر الزبتھ اور بینٹ کنبہ لونگ بورن لوٹا ادھر بنگلے دوبارہ نیدرفیلڈ آگیا اور الزبتھ نے دیکھا کہ اُس کی ماں مسز بینٹ نے بنگلے کا پھر پُرزور خیر مقدم کیا تھا لیکن جب ڈارسی آیا تو اس کے سلوک میں کچھ بے اعتنائی سی دکھائی دی۔ الزبتھ کا دل ماں کے اس سلوک سے آزردہ ہو گیا۔ ڈارسی نے پھر اس کے سامنے شادی کی تجویز رکھی جسے الزبتھ نے منظور کر لیا۔ جس وقت یہ خبر بینٹ کنبے نے سنی، سبھی ششدر رہ گئے۔ بالآخر جب معاملہ سمجھ میں آیا تو سب کو مجبور ہو کر اس پر یقین کرنا پڑا۔ الزبتھ کی اس تبدیلی نے سب کو ہی متعجب کر دیا۔

بالآخر بنگلے اور جین کا رشتہ بھی پختہ ہو گیا۔

مسٹر بینٹ بیٹیوں کے بارے میں اب کوئی بھی رائے مقرر نہ کر سکے۔ انہوں نے اپنے مزاحیہ انداز میں کہا "اب اگر کوئی نوجوان میری بیٹیوں — میری اور کٹی کے لئے آئے تو انہیں بھی بھیج دے میں اب کافی فرصت میں ہوں۔"

ڈی، ایچ، لارنس

بیٹے اور عاشق

ڈی، ایچ لارنس ۱۱ ستمبر ۱۸۸۵ء کے دن ایسٹ ووڈ ناٹنگھم (انگلینڈ) میں ایک کان کن کے یہاں پیدا ہوئے۔ ناٹنگھم میں ہی آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ دوران تعلیم آپ کو وظیفہ ملا اور آپ نے پورے انگلینڈ میں علم تدریس کے امتحان میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کئے۔ ۱۹۱۱ء میں آپ کو ایک زبردست ادبی شخصیت کی حیثیت سے شہرت حاصل ہوئی۔ آپ نے اٹلی، نیو میکسیکو اور آسٹریلیا کی سیاحت کی اور ۲ مارچ ۱۹۳۰ء کو ریبریا میں نائس کے قریب وینس میں وفات پائی۔

بیٹے اور عاشق، (سنز اینڈ لورز) پہلی بار ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ آپ کا ایک مشہور و معروف ناول ہے جس کا شمار آپ کے "لیڈی چیٹرلیز لور" کے ساتھ ہوتا ہے۔ "لیڈی چیٹرلیز لور" کے سلسلے میں آپ پر فحش نگاری کے الزامات لگائے گئے لیکن آپ برابر بے دھڑک ہو کر لکھتے رہے۔ آپ شاعر بھی تھے لہذا آپ کی تحریروں میں جذباتیت کا بھی خاصا عنصر ملتا ہے۔

D. H. LAWRENCE

SONS AND LOVERS

گریٹ روڈ ایک خستہ حال انجینئر کی بیٹی تھی جس نے والٹر ماریل نامی ایک کوئلے کی کان میں کام کرنے والے شخص سے شادی کی تھی۔ اس وقت وہ تیئس برس کی تھی اور والٹر ۲۷ برس کا۔ وہ بہت مضبوط، خوبصورت اور رکس کر ہنسنے والا آدمی تھا لیکن بدقسمتی سے وہ تعلیمیافتہ نہیں تھا۔ اس کے برعکس گریٹ روڈ کی پرورش تعلیم یافتہ ماحول میں ہوئی تھی اور جسمانی طور پر بھی وہ بڑی نرم و نازک تھی وہ روزمرہ کی معمولی معمولی باتوں میں بھی کوئی ایسی بات چاہتی تھی، جس سے ذہنی ارتقاء کے لئے کچھ نہ کچھ خوراک ملتی رہے شمالی نارنگھم کے پاس ویسٹ وڈ میں کوئلے کی کانوں میں کام کرنے والے لوگوں کے چھوٹے چھوٹے گھر یا جھونپڑے تھے۔ انہیں جھونپڑوں میں سے ایک میں یہ کنبہ رہنے لگا۔ پہلے چھ مہینے تو ہنسی خوشی گذر گئے لیکن پھر گریٹ روڈ کو جو اب مسز والٹر ماریل تھی رفتہ رفتہ احساس ہوتا گیا کہ ان دونوں میں کوئی سنجیدہ گفتگو ہو ہی نہیں سکتی اور وہ خود کو بہت خالی خالی سا محسوس کرنے لگی اس پر تنگدستی کے باوجود ماریل پھر سے شراب پینے لگا تھا۔ گریٹ روڈ جن اخلاقی اقدار کو زندگی کے لئے ضروری سمجھتی تھی، انہیں والٹر خاطر میں نہ لاتا تھا اور اسے کسی طرح کی بھی اخلاقی پابندی قبول نہیں تھی۔ انہی وجوہ سے گھر کا ماحول بے حد ناخوشگوار ہو گیا۔ ماریل بے حد چڑچڑا ہو گیا اور گریٹ روڈ کے تمام خواب چکنا چور ہو گئے۔ اب اگر اس کے

پاس کوئی سہارا رہ گیا تھا تو صرف اپنے بچوں اور اس تندہی سے ان کی پرورش کرنے لگی گویا شوہر کی کمیوں کا بدل اولاد میں ڈھونڈنا چاہتی ہو۔ اس کے پہلے بیٹے کا نام تھا ولیم جو شادی کے دو برس بعد پیدا ہوا تھا۔ اس کے دو برس بعد اینی پیدا ہوئی تھی اور پھر پانچ برس کے بعد پول پیدا ہوا تھا۔ پول جسمانی لحاظ سے نازک اور فطری اعتبار سے ایک سنجیدہ بچہ تھا اور گرٹ روڈ نے جیسے اپنی تمام تر محبت اسی پر انڈیل دی تھی، اب اسے والٹر سے کوئی محبت، کوئی لگاؤ نہیں رہا تھا بلکہ شوہر کے بجائے وہ اسے ایک غیر مرد سمجھنے لگی تھی ـــ لیکن پھر جب والٹر بیمار پڑا تو اس کی بیماری کی وجہ سے باہمی تناؤ قدرے کم ہو گیا اور اس کے ٹھیک ہونے پر چند دنوں کے لئے گھر میں بڑی گہما گہمی رہی نتیجے کے طور پر گھر میں چوتھے بچے کی پیدائش ہوئی۔ اس بیٹے کا نام تھا آرتھر۔

شارٹ ہینڈ سیکھ کر ولیم ایک اسکول میں پڑھانے لگا پھر اسے ناٹنگھم میں ملازمت مل گئی۔ گرٹ روڈ کو اپنے اس بیٹے پر بڑا ناز تھا لیکن اسے یہ بات پسند نہیں تھی کہ اس کا بیٹا رقص و سرود کی محفلوں میں حصہ لے۔ ادھر عمر کے ساتھ ساتھ ولیم کی خواہشات بھی بڑھ رہی تھیں جب وہ بیس برس کا ہوا تو اسے لندن جانا پڑا۔ کیوں کہ وہاں اسے ایک وکیل کے یہاں ایک سو بیس پونڈ سالانہ کی آسامی مل گئی تھی۔ اس سے ماں کو بہت دکھ ہوا۔ اسے محسوس ہوا جیسے ولیم اس سے دور ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے بالکل الگ ہو جائے گا اور اس احساس نے اسے بے حد غمگین کر دیا۔

اس دوران میں اینی استانی بننے کی تعلیم حاصل کر رہی تھی اور پول قصبے کے پادری کی مدد سے الجبرا اور فرانسیسی اور جرمن زبانیں پڑھ رہا تھا۔ بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ وہ تنومند ہوتا گیا لیکن خطرناک وہ اب بھی سنجیدہ اور خاموش الطبع تھا۔ ماں کے تئیں اس کا رویہ ہمیشہ فرماں بردارانہ رہتا اور وہ اس کا ہر حکم بجا لاتا۔ اس کے علاوہ اس میں جذبات بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی وہ لوگوں کے بارے میں کیا سوچتا ہے اور لوگ اس کے بارے

میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ پوری طرح باخبر رہنے کی کوشش کرتا۔ باپ کی شراب
نوشی سے اسے نفرت تھی اور اس سے اسے اتنی ہی اذیت ہوتی تھی جتنی اذیت نے اس کی
ماں کی زندگی کو زہر آلود کر دیا تھا۔ کنبے میں اب جیسے والٹر مارل کا شمار ہی نہیں ہوتا تھا۔ جب
کبھی کوئی تیوہار وغیرہ ہوتا تب ضرور اسے لگتا کہ اس کا بھی کوئی وجود ہے ورنہ وہ وہاں رہتے
ہوتے بھی نہیں رہتا تھا۔

چھٹی کے دنوں میں جب ولیم لندن سے گھر آیا تو وہ مزدور طبقے کا فرد نہیں متوسط
درجے کے مہذب لوگوں ایسا نظر آتا تھا۔ یہ صحیح تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو بھولا نہیں
تھا لیکن لندن کی زندگی اس درجہ خرچیلی تھی کہ اس کے کہنے کے مطابق گھر بھیجنے کے لیے
اس کے پاس ایک بھی پیسہ نہیں بچتا تھا۔

دراصل لِلی ویسٹرن نام کی ایک مغرور اور تنک مزاج لڑکی سے اس کے تعلقات
قائم ہو چکے تھے اور وہ ولیم کے ساتھ ہی اس کے خاندان کے لوگوں سے ملنے آئی تھی۔ آتے
ہی اس نے ان سب پر حکم چلانا شروع کر دیا۔ ولیم اس بات سے کھنچ اٹھا اور اس سے پہلے
کہ وہ اس سے شادی کرنے سے انکار کر دیتا، اسے نمونیے نے اور پھر اجل نے دبوچ لیا

گرٹ رُوڈ کی زندگی میں ولیم کی موت نے ایک لکیر سی کھینچ دی۔ مہینوں تک وہ
اس غم سے نڈھال رہی اور پھر اس نے اپنی زندگی کا مرکز پول کو بنا لیا۔

نارٹنگھم میں مسٹر جارڈن نام کا ایک شخص اوزار اور ڈاکٹری انڈرویئر بنانے کا کام کرتا تھا چار
برس کی عمر میں ہی پول اس کے یہاں کام کرنے لگا۔ وہ روزانہ ریل سے نارٹنگھم جاتا تھا۔ اور شام کو
واپس آجاتا تھا اسے ہفتے میں صرف آٹھ شلنگ ملتے تھے لیکن اس کارخانے میں کام کرنا اسے پسند نہ
تھا۔ مارل کنبے کے دوستوں میں لیورز نام کا ایک کنبہ بھی تھا۔ لیورز کنبے نے ولی نام کا ایک اجاڑ پڑا ہوا
فارم لے لیا تھا اور اب وہ لوگ اسے قابلِ کاشت بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس کنبے میں کئی لڑکے
تھے اور پول کی ان سے دوستی ہو گئی تھی۔ اور وہ اکثر ان سے ملنے جایا کرتا تھا

آہستہ آہستہ اپنے دوستوں کی ایک بہن مریم پر اس کی توجہ مرکوز ہونے لگی۔ مریم اس سے ایک برس چھوٹی تھی چلبلی، خوبصورت، ندہان پرور اور ساتھ ہی ساتھ اپنی والدہ کی طرح مذہب اور روحانیت میں یقین رکھنے والی۔ وہ بھی دل ہی دل میں پول کو چاہنے لگی اور ایک بار جب پول بیمار پڑا اور ان دونوں کو ایک دوسرے کے قریب رہنے کا کافی وقت ملا تو دونوں نے ایک ساتھ محسوس کیا کہ وہ ایک دوسرے کے لئے ہی بنے تھے لیکن پول کو مریم میں ایک خامی بھی نظر آئی۔ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو غیر معمولی بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ اور اس وجہ سے کبھی کبھی پول کو اس سے نفرت سی ہونے لگتی تھی۔ ہر وقت وہ عجیب و غریب قسم کی روحانیت کا لبادہ اوڑھے رہتی تھی جس کی وجہ سے پول کو اپنے نفسانی جذبات کو بُری طرح کچلنا پڑتا تھا۔

گرٹروڈ کو بھی یہ لڑکی پسند نہیں تھی کیوں کہ وہ اس کے بیٹے پر پوری طرح مسلط ہو جانا چاہتی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ افلاطونی قسم کی اس محبت کی وجہ سے اس کے بیٹے پر اداسی چھائی چلی جا رہی تھی اور وہ نڈھال سا رہنے لگا تھا۔ اور یہ سب دیکھ کر وہ اکثر پول کو ڈانٹتی کہ وہ مریم کے ساتھ اپنا وقت ضائع نہ کرے۔ اس کے جواب میں پول کہتا " مجھے مریم سے بالکل محبت نہیں ہے۔ میں تو صرف اس سے باتیں کرنے کا دلدادہ ہوں " وغیرہ اور اس قسم کی گفتگو کے دوران اچانک پول کو احساس ہوا کہ وہی اپنی ماں کی زندگی کا واحد سہارا ہے اور ایک ماں ہی کا وجود ہے جو خود اس کی زندگی کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ جب وہ مریم کے ساتھ ہوتا تھا تو اپنے آپ کو ایک غیر یقینی سی کیفیت میں مبتلا پاتا تھا لیکن جب وہ اپنی ماں کے پاس ہوتا تھا تو اسے محسوس ہوتا تھا کہ اس کی زندگی صحیح راستہ پر گامزن ہے۔ وہ محفوظ اور مطمئن ہے۔ یہاں ایک دوسرے کو سمجھنے، ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹنے کا جذبہ کارفرما ہے۔ کسی برتری، گھمنڈ یا دکھاوے کی گنجائش نہیں۔ ماں نے کہا — کوئی دوسری لڑکی ہوتی تو مجھے اعتراض

نہ ہوتا لیکن مریم نہیں کیوں کہ وہ مجھ سے میرے بیٹے کو چھین لے گی - اس کے آجانے پر میرے لئے کوئی جگہ نہیں رہ جائے گی اور جب پول نے اسے اطمینان دلایا کہ وہ مریم سے محبت نہیں کرتا تو اس نے فرطِ مسرت سے اسے چوم لیا - عورت ذات کی یہ کشمکش کتنی عجیب تھی! نئی عورت اپنی کشش سے پول کو جیت لینا چاہتی تھی اور دوسری طرف ماں بیٹے پر اپنے حقوق کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتی تھی -

مریم کو پول پر مکمل اعتماد تھا - جب پول نے اس سے کہا کہ وہ اس سے محبت نہیں کرتا تو اسے کسی طرح اس بات پر یقین نہ آیا - اُس نے اپنے آپ سے کہا - پول کی روح کو مریم کی ضرورت ہے - لیکن پھر رفتہ رفتہ پول کا آنا جانا کم ہوتا گیا اور آخر اس نے کہہ دیا کہ مناسب یہی ہے کہ مریم اپنے لئے کوئی دوسرا ساتھی چن لے بس کہ مریم روحانی ہو گئی لیکن اس نے اسی سلسلے میں پول کا امتحان لینے کا فیصلہ کر لیا - اس نے مسز کلارا ڈاوس نامی ایک حسین عورت کا پول سے تعارف کرا دیا - کلارا کا شوہر ایک لوہار تھا - وہ اس سے الگ رہتی تھی اور عورتوں کے حقوق کے لئے تحریک نسواں میں شامل ہو گئی تھی - عورتوں کو ووٹ دینے کا حق ملنا چاہیے، ان دنوں اس مسئلے پر کافی گرما گرمی چل رہی تھی - کلارا جسمانی لحاظ سے بڑی خوبصورت تھی اور مریم نے اس لئے پول سے اس کی ملاقات کروائی تھی تاکہ دیکھ سکے کہ پول کی محبت نچلی سطح کی تھی یا اونچی سطح کی - اونچی سطح میں اس کے نزدیک جسمانی کشش کو زیادہ اہمیت حاصل نہیں تھی - پول کلارا سے بہت جلد بے تکلف ہو گیا - اس کے ساتھ گفتگو یا مذاق کرتے ہوئے اسے ایک طرح کی ہم آہنگی کا احساس ہوتا اور ایک عجیب طرح کا لطف آتا - ایسا احساس اسے مریم کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کبھی نہیں ہوا تھا - لیکن اس کے اس رویے کے باوجود مریم کی خود اعتمادی مستحکم ہوتی چلی گئی کہ پول اب بھی اسی کا تھا اور کلارا اسے جیت نہیں سکی تھی -

پول کی زندگی میں اور بھی کئی تبدیلیاں آئیں ۔ واقعات اس کی جذباتیت کو متاثر کرتے رہے۔

اینی کی شادی ہو گئی ۔ آرتھر فوج میں بھرتی ہو گیا اور اس نے بھی شادی کر لی ۔ پول کی مصوری میں نکھار آتا گیا اور اب اسے انعامات بھی ملنے لگے ۔ ایکدن والٹر موریل کے ساتھ کان میں ایک حادثہ ہو گیا ۔ اس کا پیر کچل گیا اور نتیجے کے طور پر اپنی ڈھلتی عمر میں وہ کچھ لنگڑا کر چلنے لگا ۔

اب پول کی عمر تیئیس برس کی ہو چکی تھی لیکن اب تک کسی عورت سے اس کا جسمانی تعلق قائم نہیں ہوا تھا اور اسے محبت کے اس پہلو سے قطعی آگاہی نہیں تھی ۔ وہ ہر وقت اپنی ماں کی خدمت گزاری میں لگا رہتا ۔ ماں اگرچہ بیمار تھی، مفلس تھی لیکن اسے اس بات کا فخر تھا کہ اس کا بیٹا اس کے پاس تھا اور وہ اپنی تمام تر تکالیف کو ہمّت سے برداشت کر رہی تھی ۔ اس کے لئے اس کا بیٹا ہی سب کچھ تھا ۔ اب بھی اس کا یہی خیال تھا کہ پول کی زندگی کے سکون کو تباہ کرنے والی عورت مریم ہی تھی اور جب اسے یہ بات یاد آتی تو بیٹے کا کرب اس کو بے چین کر دیتا ۔ پول بہت دنوں تک مریم کے پاس نہیں گیا ۔ مہینوں گزر گئے لیکن جب بہار کا موسم آیا تو اس بار وہ خود اس کا امتحان لینے گیا ۔ آج تک وہ اس کا بوسہ نہ لے سکا تھا ۔ وہ اپنی محبت کو ظاہر نہ کر سکا تھا ۔ اس نے اس رکاوٹ کو توڑ ڈالا ۔ ایک دن جنگل میں شام اتر آئی اور اس ڈھلتے ہوئے اندھیرے میں مریم نے خود کو پول کے سپرد کر دیا لیکن وہ گویا مریم کی طرف سے کی گئی ایک قربانی تھی جس میں اسے ایک عجیب سا خوف محسوس ہوا ۔ بھاری آواز والا یہ طاقتور نوجوان اس کے لئے گویا ایک اجنبی تھا ۔ پول کو محسوس ہوا کہ وہ اس کے بازوؤں میں کسا ہوا ایک عجیب قسم کے تضاد کا احساس کر رہا تھا اور ایک لمحہ کے لئے اسے ایسا محسوس ہوا کہ وہ ایک از ادانہ خوبی تھی جس میں کسی قسم کا خلل نہ تھا، پھر ایک لمحہ کے لئے اسے ایسا محسوس ہوا کہ وہ اسے بہت ہی زیادہ محبت

کرتا تھا لیکن وہ ایک سایہ محض تھا، آیا اور چلتا بنا اور چلے جانے کے بعد پھر کبھی واپس آیا

مریم سے آٹھ سال کے تعلقات ایک دن باتوں ہی باتوں میں منقطع ہو گئے۔ ان

باتوں میں محبت نہیں تھی تلخی کا زہر بھرا ہوا تھا۔

اب کلارا پول کی زندگی میں خاص اہمیت کی حامل بن گئی۔ اُس کی محبت اُسے اُس

کی جانب کھینچنے لگی۔ جارڈن فیکٹری میں پول نے ہی اُسے کام دلوایا تھا اور اس دوران

میں اُس کے نزدیک آنے پر اُس نے اُس کے مزاج کی مختلف صورتیں دیکھیں۔ ایک

دن اس کے ساتھ گھومتے ہوئے وہ اُسے ٹرینٹ کے کنارے پرلے گیا۔ اپنے برساتی کوٹ

کو اس نے درختوں کے درمیان نم زمین پر بچھا دیا۔ اُس نے اپنا منہ اُس کی گردن پر

رکھ دیا۔ مکمل سکوت چھایا ہوا تھا۔ دوپہر ڈھلنے لگی تھی اور اس جگہ کوئی نہ تھا۔ اُس

دن کلارا نے اپنے شوہر ڈیکسٹر ڈوبس کے بارے میں بتایا کہ وہ اس کے ساتھ تین سال

رہ کر بھی اُسے سمجھنے میں قاصر رہی تھی۔

...... اور کلارا کو گرٹ رُوڈ نے خوش آمدید کہا، اس طرح کہ جس طرح اُس

نے کبھی مریم کو بھی نہ کہا تھا۔ یہ بات آہستہ آہستہ ڈیکسٹر تک پہنچ گئی تھی سرائے میں ڈیکسٹر

نے ایک دن طنز بھی کیا۔ پول غصہ میں بھر گیا۔ اور اُس نے سب کے سامنے اپنے ہاتھ

کی شراب ڈیکسٹر کے چہرے پر اچھال دی اور ڈیکسٹر نے اس کا بدلہ لینے کی قسم کھائی۔ کلارا

نے پول سے کہا "بات بڑھ چکی ہے۔ کون جانتا ہے کہ وہ کس وقت کیا کر بیٹھے۔ اس

لئے تمہیں اپنی حفاظت کے لئے اپنے پاس ہتھیار ضرور رکھنا چاہیئے"۔ جب پول نے

انکار کیا تو وہ ناراض ہو گئی۔ پول اور کلارا کے درمیان اہم تعلق جسمانی تھا اور پول

نے اُس کے منہ سے یہ بھی کہلوا لیا کہ اب بھی وہ ڈیکسٹر کو اپنا سمجھتی تھی۔ کلارا نے یہ بھی

کہا کہ ڈیکسٹر نے اپنا سب کچھ اُس کے حوالے کر دیا تھا اور اُسے معلوم ہے کہ پول اُس

طرح کی مکمل سپردگی ہرگز نہ کر سکے گا۔

ایک رات ویکسٹر نے پول کو تنہائی میں گھیر لیا۔ اگرچہ پول نے اُس کا مقابلہ کیا تاہم ویکسٹر نے اسے بُری طرح زدوکوب کر ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد پول کلارا سے دور دور رہنے لگا۔

گرٹ روڈ اپنی بہن سے ملنے شیفیلڈ چلی گئی اور وہاں اس قدر بیمار ہوگئی کہ اُس کے زندہ رہنے کی بھی اُمید نہ رہی۔ بیماری کی اسی حالت میں اسے گھر لے آیا گیا اور اُس کی موت کا انتظار کیا جانے لگا۔ اس دوران میں پول نے ویکسٹر سے دوستی کر لی اور کلارا کو اس سے ملا دیا۔ پول کے لئے ماں کا اس طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا ناقابل برداشت ہوگیا۔ گرٹ روڈ زندگی کی حقیقت کو فراموش نہ کر سکی تھی وہ جان بوجھ کر اس لئے بہت کم کھاتی تھی کہ جلد از جلد اس کا دم نکل جائے لیکن اس تکلیف دہ بیماری کی وجہ سے وہ اس درجہ عذاب میں تھی کہ بالآخر پول اور اینی نے اسے دوا کے بہانے زیادہ مقدار میں افیون دے دی اور پھر پول اس کے بستر کے نزدیک دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ ماں کے نحیف و نزار جسم سے بغلگیر ہوا اور بڑبڑایا "ماں اے میری ماں، اے میری زندگی کے پیار کا سہارا!" پول کو ایسا محسوس ہوا کہ وہ ماں کو ہرگز جانے نہیں دے گا۔ ماں کے تئیں جو اُس کا پیار تھا وہ اعلیٰ ترین تھا، سب سے برتر تھا۔

ماں کی موت کے بعد مہینوں تک پول کو سُدھ ہی نہ رہی کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے نہی نوٹنگھم میں اس کی ملاقات پھر مریم سے ہوگئی لیکن اب بھی وہ اس کے لئے صرف قربانی دے سکتی تھی، اُس کے ساتھ مل کر اس کا بار اٹھانے سے معذور تھی۔

مریم کا خیال چھوڑ کر پول پھر اپنی ماں کے بارے میں سوچنے لگا۔ صرف وہی تو تھی

جس نے اسے اب تک زندگی میں قائم رکھا تھا۔ لیکن نہیں، اب وہ اور زیادہ آنسو نہیں بہائے گا اور زیادہ قربانی نہیں دے گا

اور یہ طے کر کے اس نے اپنا رخ شہر کی جگمگاہٹوں کی طرف موڑ دیا۔

ارنسٹ ہیمنگوئے

انسان اور سمندر

انگریزی ادیب ارنسٹ ہیمنگوئے کی پیدائش ۲۱ جولائی ۱۸۹۹ء کو اوک پارک، الی نوئس میں ہوئی۔ پہلی جنگِ عظیم میں آپ فرانسیسی فوج میں ایمبولینس ڈرائیور بن گئے اور بعد میں آپ نے اطالوی فوج میں کام کیا۔ جنگ عظیم کے بعد آپ ٹورنٹو کے اخبار "اسٹار" کے نامہ نگار بن کر لڑائی کا حال لکھنے لگے۔ پھر امریکن ایکس پیٹریٹ گروپ کے ممبر بن کر آپ نے پیرس میں بود و باش اختیار کرلی۔ ۱۹۲۷ء میں آپ کا مشہور ناول "اے فیرویل ٹو آرمس" شائع ہوا۔ ۱۹۳۷ - ۳۸ء میں اسپین کی خانہ جنگی میں آپ بطور نامہ نگار گئے۔ آپ نے ایک اخبار نویس و ادیب خاتون مرتھا ڈیل ہارن سے ۱۹۴۱ء میں شادی کی۔ ۱۹۶۱ء میں بندوق صاف کرتے وقت گولی چل جانے سے آپ کی موت واقع ہو گئی۔ آپ کو نوبل پرائز ملا تھا۔

"انسان اور سمندر" (دی اولڈ مین اینڈ دی سی) آپ کا ایک عظیم ناول ہے اگرچہ یہ بہت ضخیم نہیں ہے۔

ERNEST HEMINGWAY

THE OLD MAN AND THE SEA

گرم خطّ سمندر میں ایک چھوٹی سی کشتی پر سینٹیاگو نام کا ایک بوڑھا مچھیرا مچھلیاں پکڑا کرتا تھا۔ دُبلے پتلے جسم، گردن کی پچھلی طرف پڑی ہوئی جھریوں، گالوں پر سفید داغ، اور ہاتھوں پر مچھلی پکڑنے والے رسوں کے نشانوں والا سینٹیاگو بڑا باہمت اور پُر امید شخص تھا شکست تسلیم کرنا تو اس نے سیکھا ہی نہ تھا۔ مینولن نام کا ایک لڑکا اس کے ساتھ مچھلیاں پکڑا کرتا تھا۔ مینولن کو اُس نے پانچ سال کی عمر سے ہی مچھلیاں پکڑنا سکھایا تھا۔ اس لئے وہ اُس سے بہت محبّت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جب چالیس روز تک اُن کے ہاتھ ایک بھی مچھلی نہیں لگی تو مینولن کے ماں باپ نے اسے دوسری کشتی پر مچھلیاں پکڑنے کے لئے بھیج دیا۔ پھر بھی مینولن، رسے، سلاخیں، بھالے اور بادبان گھر تک لانے میں بوڑھے کی مدد کیا کرتا تھا اور اسے بیئر، قہوہ، کھانے کا دوسرا سامان اور چارے کے لئے چھوٹی مچھلیاں دے جایا کرتا تھا۔ اسی طرح بوڑھا سینٹیاگو بھی لڑکے سے بے حد محبت کرتا تھا۔ وہ اسے اپنی جوانی کے اہم قصّے سنایا کرتا تھا۔ دوسری کشتی پر جانے کے بعد مینولن کو تو مچھلیاں ملنے لگی تھیں لیکن سینٹیاگو چوراسی دن تک خالی ہاتھ ہی واپس آتا رہا۔ وہ دور دور تک سمندر میں نکل جاتا لیکن قسمت یاوری نہ کرتی۔ دوسرے مچھیروں نے سینٹیاگو کا مذاق اڑانا شروع کر دیا لیکن وہ متزلزل نہ ہوا۔ مینولن

کو بوڑھے کی قوت اور مچھلی پکڑنے کی مہارت پر پورا بھروسہ تھا۔ دوسروں کے ذریعے مذاق اڑائے جانے پر بھی وہ نا امید ہونے والا نہیں تھا۔

پچاسی دیں روز جب بوڑھا سینٹیاگو کشتی لے کر چلنے لگا تو مینولن نے اُسے ایک بھولا اور دو چار مچھلیاں دیں۔ سینٹیاگو کشتی چلاتا ہوا سمندر میں دور تک بڑھتا ہی چلا گیا۔ اُس کے قرب و جوار میں کوئی بھی دوسری کشتی نہیں تھی۔ اس طرح تنہائی میں اُسے اُڑن مچھلیاں اور پرندے بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ سمندر کا تصوّر وہ ایک عورت کی شکل میں کیا کرتا تھا۔ بندرگاہ سے وہ منہ اندھیرے ہی چل دیا تھا اور جب آفتاب کی شعاعیں سمندر کے سینے پر چمکنے لگیں تو اُس نے کانٹے میں چارہ مچھلی لگا کر اُسے پانی میں ڈال دیا کچھ دیر بعد اچانک ہی اُس کی نظر پانی میں سے اُچھلتی ہوئی اڑن مچھلیوں پر پڑی اور اسے یقین ہو گیا کہ اُس جگہ دُھنشٹھا مچھلی تھی۔ ایک چھوٹے سے کانٹے میں اس نے بھولا مچھلی پھنسا کر اُسی جگہ پر چھوڑ دی۔ کچھ دیر بعد ہی کانٹے میں تقریباً دس پونڈ وزنی مچھلی پھنس گئی جسے اُس نے کشتی پر کھینچ لیا۔

دوپہر کے وقت دو سو گز نیچے لٹکتے ہوئے کانٹے میں ایک بڑا مچھ پھنسا اور شمال مشرق کی جانب چل پڑا۔ بوڑھا پہلے تو رسّے کو ہاتھ سے ہی پکڑے رہا۔ اور پھر اس نے کمر سے لپیٹ لیا۔ لیکن مچھ اس قدر شہ زور تھا کہ کشتی کو ہی کھینچے لئے جا رہا تھا۔ بوڑھے نے گرد و پیش دیکھا۔ زمین دور دور تک نظر نہ آتی تھی۔ پیاس محسوس ہونے پر اُس نے گھٹنوں کے بل جھک کر پانی پیا اور کشتی میں پڑے ہوئے مستول اور بادبان پر بیٹھ گیا۔ اُس کی کمر اور ہاتھ پاؤں سے پسینہ بہہ رہا تھا اور سر پر پھنسا ہوا تنکوں کا ٹوپ برے طرح چبھنے

لگا تھا۔ اسی طرح تکلیف برداشت کرتے ہوئے بینٹیاگو کو رات ہو گئی اور سردی کی وجہ سے جسم کا پسینہ منجمد ہو گیا۔ رسّہ اب اس کی کمریں گڑنے لگا تھا۔ اس لئے کانٹے کے بکس کو ڈھانپنے والے بورئیے کو اُس نے گردن سے اس طرح باندھا کہ کمر پر لٹک کر وہ گدّے کا کام دینے لگے۔ اب بوڑھا بینٹیاگو کشتی کی کمان کے سہارے کچھ اس طرح جھک گیا کہ اُسے پہلے کے مقابلہ میں کم تکلیف محسوس ہونے لگی۔ اس وقت رہ رہ کر اُسے مینولن یاد آرہا تھا۔ تنہائی اسے بُری معلوم ہونے لگی تھی۔ صبح ہونے سے کچھ پہلے ایک کانٹے کو کسی مچھلی نے نگل لیا۔ بوڑھے نے اس رسّے کو ہی کاٹ ڈالا۔ وہ اس بڑے مچھ کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا جو کشتی کو کھینچے لئے جا رہا تھا۔ بوڑھے نے اندھیرے میں ہی بقیہ رسّی کو کاٹ کر آپس میں باندھ لیا۔ تبھی مچھ نے ایک زوردار جھٹکا دیا جس سے بوڑھا مُنہ کے بل گر پڑا اور اس کی ایک آنکھ کے نیچے زخم ہو گیا۔ صبح ہوتے ہی بینٹیاگو نے رسّے کا تناؤ بڑھا لیا تاکہ مچھ اُچھل کود کرے اور اُس کی ریڑھ کی تھیلیوں میں ہوا بھر جائے کیوں کہ ہوا بھرنے پر وہ گہرے پانی میں نہیں جا سکتا تھا۔ کچھ دیر میں ہی بوڑھے نے دیکھ لیا کہ رسّہ زیادہ نہیں تانا جا سکتا، ورنہ ٹوٹ جانے کا خطرہ تھا اُسی وقت ایک چھوٹی سی چڑیا کشتی میں آبیٹھی اور بوڑھا اس سے باتیں کرنے لگا۔ اسی وقت مچھ نے اچانک ایسا جھٹکا دیا کہ بینٹیاگو کو کمان تک کھینچ لیا۔ بوڑھا اگر رسّے کو ڈھیلا نہ چھوڑتا تو اکھڑ کر پانی میں جا گرتا اس جھٹکے سے بوڑھے کا ہاتھ بھی کٹ گیا جسے اُس نے سمندر کے پانی میں تر کر کے ٹھیک کرنے کی کوشش کی۔ جب ہاتھ خشک ہو گیا تو رسّے کو بائیں کندھے پر رکھے رکھے ہی اُس نے چپٹا مچھلی کو چاقو سے کاٹ کر

کھایا۔ اُس کا بایاں ہاتھ اب اکڑنے لگا تھا۔ اور رسّے پر کسی ہوئی
انگلیاں اب دوہری ہونے لگی تھیں۔ بائیں پیر کو رسّے پر رکھ کر وہ پیچھے
کی طرف جھکا، اور کمر کے سہارے لیٹ گیا۔ اکڑے ہوئے ہاتھ کی
انگلیوں کو پتلون سے رگڑ رگڑ کر اس نے کھولنا چاہا۔ لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی
صبح ہونے پر مچھ ایک بار پانی کے اوپر آیا اور پھر پانی کے اندر چلا گیا۔
بوڑھے نے دیکھا کہ مچھ کشتی سے بھی دو فٹ زیادہ لمبا تھا۔ ہاتھ نہ کھلنے
کے باعث بوڑھا بڑبڑانے لگا تھا لیکن دوپہر کے وقت وہ بھی کھل گیا۔
اب مچھ شمال مشرقی زاویہ بنا کر بڑھنے لگا۔ بوڑھے کی کمر میں بہت زوروں
کا درد ہونے لگا تھا۔ لیکن وہ ناامید نہیں ہوا۔ ہمّت باندھنے کے لئے
وہ ماں میری کی عبادت کرنے لگا۔ اب اس کے ذہن میں پانی کے اندر
تیرتے ہوئے مچھ کی تصویر بن رہی تھی اور وہ اس کا شکار کرنے کا منصوبہ
بنا رہا تھا۔ مچھ سمندر کے گہرے پانی میں آگے کی طرف بڑھتا رہا اور ساتھ
ہی ساتھ سینٹیاگو کی کشتی بھی چلتی گئی۔

اسی طرح آفتاب غروب ہو گیا اور رات کا اندھیرا سمندر کے سینے پر
دور دور تک پھیل گیا۔ سینٹیاگو اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرنے کے لئے
اپنی جوانی کے دلیرانہ کارناموں کو یاد کرنے لگا۔ جب وہ جوان تھا
تب کیسا بلانکا کے ایک شراب خانے میں اس نے ایک تنومند نیگرو
سے پنجہ لڑانے کا کھیل کھیلا تھا۔ پورے ایک دن اور ایک رات تک
کھیل چلتا رہا تھا، بالآخر اس نے حبشی پہلوان کا پنجہ جھکا کر بازی ماری
تھی۔ اس واقعہ کے بعد سے ہی سب لوگ اُسے "چمپئن" کے نام سے
پکارنے لگے تھے۔ اس واقعہ کو یاد کر کے بوڑھا سینٹیاگو اپنے اندر

قوت کا احساس کرنے لگا۔ اندھیرا ہونے سے قبل بوڑھے نے چھوٹے کانٹے میں پھنسا کر ایک دھنشٹھا مچھلی پکڑ لی تھی۔ کشتی پر کھینچنے کے بعد جب مچھلی پھڑپھڑانے لگی تو اس نے اسے موگری کی چوٹ سے ٹھنڈا کر دیا۔ کانٹا مچھلی سے نکال کر اس نے دوسری بھولا کا جال لگایا اور پھر سمندر میں پھینک دیا اب بوڑھے نے رسّا اپنے دوسرے کندھے پر بدل لیا تھا۔ اس کی طاقت اب جواب دینے لگی تھی، اُس کی کمر کا درد اب بے حسی میں تبدیل ہونے لگا تھا۔ قدرے آرام کرنے کے خیال سے وہ کشتی کی کمان کی لکڑی سے سینہ لگا کر بیٹھ گیا۔ اُسے ہر وقت یہ اندیشہ لگا رہتا تھا کہ اگر مچھ ساری رسّی کھینچ لے گیا تو کیا ہوگا۔ پہلے تو اُس نے رسّے کو کشتی سے باندھنے کی بات سوچی لیکن مچھ کے ذریعے توڑ دیئے جانے کے خوف سے اس نے ایسا نہیں کیا بائیں ہاتھ سے رسّے کو سنبھالے ہوئے وہ زانو کے بل چل کر کشتی کے پچھلے حصے میں گیا اور دائیں ہاتھ سے چاقو کھول کر دھنشٹھا کو چیر ڈالا۔ جب اُس نے مچھلی کی آنتیں نکال کر سمندر میں پھینک دیں تو اسے مچھلی کا معدہ قدرے وزنی معلوم ہوا۔ معدے کو چیرنے پر بنٹیاگو کو اُس میں دو اڑن مچھلیاں ملیں جو ابھی تک تازہ تھیں۔ دھنشٹھا کی پھانکیں اتار کر بوڑھے نے ہڈیوں کا ڈھانچہ سمندر میں پھینک دیا اور اڑن مچھلیوں کو دھنشٹھا کی کٹی ہوئی پھانکوں میں لپیٹ کر رکھ دیا۔ اتنا کچھ کرنے کے بعد اُسے رسّے کی چبھن محسوس ہونے لگی اور اس نے رسّہ دوسرے کندھے پر بدل لیا۔ اور پھر قوت بحال رکھنے کی غرض سے دھنشٹھا کی کٹی ہوئی پھانکیں کھانے لگا۔ رہ رہ کر اسے نمک اور لیموں کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر بھی وہ اسے کچا چبا گیا۔ اُس کے بعد بنٹیاگو کو سونے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ رسّے کو

دائیں ہاتھ سے پکڑ کر وہ کمان کی لکڑی کے سہارے لیٹ گیا۔ بایاں ہاتھ اس نے رسّے کے اوپر رکھ لیا تاکہ سوتے سوتے اگر دایاں ہاتھ ڈھیلا پڑ جائے تو بایاں اسے جگا دے اور پھر پورے جسم کا وزن رسّے پر ڈال کر وہ اوندھے منہ سو گیا۔ نیند میں جیسی کہ اس کی عادت تھی، اس نے خواب دیکھا۔ خواب میں اسے شیر دکھائی دیتے رہے، اور کشتی بدستور مچھ کے ساتھ آگے بڑھتی گئی۔ اچانک رسّہ کشتی سے باہر کی جانب کھینچنے لگا اور بوڑھے کے بائیں ہاتھ کی مٹھی منہ پر لگی جس سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ بمشکل تمام اس نے دائیں ہاتھ سے رسی پکڑی اور پیچھے کی طرف جھک گیا۔ رسّے کے کساؤ سے اس کی کمر اور ہاتھ میں جلن ہونے لگی تھی۔ آہستہ آہستہ مچھ اوپر آیا اور اچھل کر پھر پانی میں گرا۔ اس طرح مچھ نے ایک درجن سے زیادہ اچھالیں لیں۔ جس سے اس کی تھیلیوں میں ہوا بھر گئی۔ بوڑھا سوچ رہا تھا کہ اب مچھ چکر کاٹنا شروع کر دے گا اور تبھی اس کا شکار کرنا ہو گا۔ مچھ اب تھک گیا تھا اور بہاؤ کے ساتھ ہی مشرق کی جانب چلنے لگا تھا۔ بوڑھے کا بایاں ہاتھ رسّے کی رگڑ سے کٹ گیا تھا۔ اسے اس نے کشتی کی ایک جانب سمندر میں ڈالے رکھا۔ جب بوڑھے کے ذہن میں دھندلکا سا چھانے لگا تو اس نے قوت حاصل کرنے کے لئے دھنشا کے پیٹ سے نکلی ہوئی اڑن مچھلی کھا لی۔ مچھ نے بھی چکر کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ مچھ چکر کاٹتا ہی رہا اور بوڑھا پسینے سے شرابور ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کے آگے ترمرے سے ناچتے رہے۔ دو مرتبہ تو اسے غشی سی آتی ہوئی محسوس ہوئی جس سے وہ فکر مند ہو گیا۔

آفتاب پہلے ہی طلوع ہو چکا تھا اور تجارتی ہوا بھی چلنے لگی تھی۔

رفتہ رفتہ جسیم مچھ جس پر جامنی رنگ کی دھاریاں پڑی ہوئی تھیں، پانی کے اوپر آگیا۔ ہر چکر کے بعد بوڑھا رسّہ کستا جا رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ جوں ہی مچھ کشتی کے نزدیک آئے گا وہ بھالے سے اسے مار ڈالے گا۔ بوڑھے کو ایک مرتبہ پھر غش آنے لگا لیکن پوری طاقت سے اس نے رسہ کھینچنا جاری رکھا۔ اور بالآخر اُس نے مچھ کو کشتی کے نزدیک کھینچ لیا قریب آنے پر مچھ اچانک ایک طرف سے الٹا ہو گیا۔ اور بوڑھے نے پوری قوت سے بھالا مچھ کی بغل میں گھونپ دیا۔ مچھ ایک چھپاکے کے ساتھ بوڑھے کی کشتی پر چھینٹے اڑاتا ہوا پانی میں گر گیا اور بوڑھے کو پھر غشی نے دبانا شروع کر دیا۔ اُسے صاف صاف دکھائی دینا بھی مشکل ہو گیا بڑی مشکل سے سینٹیاگو نے خود کو سنبھالا۔ مچھ اب بالکل الٹ گیا تھا اور اس کا پیٹ آسمان کی طرف تھا۔ زخم سے خون بہہ بہہ کر پانی میں پھیل رہا تھا۔ بوڑھے نے رسّے کو کھینچ کر مچھ کو کشتی کے ساتھ باندھ دیا۔ مچھ کو دیکھ کر بوڑھے نے دل ہی دل میں حساب لگایا کہ اُس کا وزن ڈیڑھ ہزار پونڈ ہوگا۔ مستول کھڑا کر کے اس نے بادبان اٹھا دیا اور چکری چلاتا ہوا جنوب مغرب کی طرف چل پڑا۔

اب بوڑھے سینٹیاگو کو مگرمچھوں کے آنے کا خطرہ تھا۔ اگر وہ گروہ بنا کر آئے تو مچھ کا صفایا کر جائیں گے۔ یہ سوچ کر بوڑھا فکر مند ہو گیا۔ سمندر میں دور دور تک بوڑھے کی کشتی سے بندھے ہوئے مچھ کا خون پھیل گیا تھا جس کی بو پا کر ایک ماکو مگرمچھ بوڑھے کی کشتی کی سمت بڑھا چلا آ رہا تھا۔ بوڑھے نے مچھ کی حفاظت کے لئے بھالا تیار کر لیا۔ اب تک بوڑھا دوبارہ صحت یاب ہو چکا تھا۔ مگرمچھ نے کشتی کے پیچھے سے

آ کر مچھ کے پچھلے حصہ میں منہ مارا۔ جوں ہی بوڑھے نے مچھ کی کھال پھٹنے کی آواز سنی، وہ غصہ میں بھر گیا اور اس نے مگرمچھ کی پیشانی میں بھالا گھونپ دیا۔ مگرمچھ تڑپ تڑپ کر مر گیا اور پھر بھالے کے ساتھ ہی سمندر کی تہ میں چلا گیا۔

اب بوڑھے کو اندیشہ ہونے لگا کہ اتنا اچھا مچھ وہ مشکل سے ہی بندرگاہ تک بحفاظت لے جا سکیگا۔ مگرمچھ کے ذریعہ مچھ کا گوشت کاٹے جانے کی وجہ سے بھی بوڑھا فکرمند ہو گیا تھا۔

یہ سب کچھ ہونے پر بھی بوڑھے سینٹیاگو کی ناقابل تسخیر خوداعتمادی کو دیکھ کر انسان کی فطرت کا ایک روشن پہلو سامنے آتا ہے۔ "انسان شکست قبول کرنے کے لئے نہیں بنا۔ انسان کو ختم کیا جا سکتا ہے لیکن ہرایا نہیں جا سکتا۔" بوڑھے سینٹیاگو کے یہ الفاظ انسان کے ناقابلِ شکست جذبات کی نمائندگی کرتے ہیں۔

جب سے مگرمچھ نے مچھ کا گوشت کاٹا تھا اور بھالے کو لے کر سمندر کی تہ میں بیٹھ گیا تھا، بوڑھے کو مچھ کی حفاظت کی فکر ستا رہی تھی۔ اب اس کے پاس مگرمچھوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی ہتھیار نہ تھا۔ باہمت بوڑھے نے بالآخر ایک تدبیر نکال ہی لی اس نے ایک چپو کے ڈنڈے میں چاقو باندھ کر بھالے جیسا بنا لیا۔ جس جگہ سے مگرمچھ اس کا گوشت نوچ لے گیا تھا۔ وہیں سے سینٹیاگو نے تھوڑا سا گوشت نوچا اور چبانے لگا۔ اسے گوشت لذیذ معلوم ہوا اور وہ کئی ٹکڑے کھا گیا۔ دو گھنٹے تک وہ آرام سے کشتی چلاتا رہا۔ اس کے بعد دو خوفناک مگرمچھوں نے مچھ پر حملہ کر دیا جس میں سے ایک

مگرمچھ کی آنکھ میں اور پھر پیشانی میں اس نے چاقو گھونپا جس سے مچھ کو چھوڑ کر وہ چکر کھاتا ہوا سمندر میں کھو گیا۔ دوسرا مگرمچھ کشتی کے نیچے تھا۔ اس لئے بوڑھے نے کشتی کو ایک جانب جھکا کر اس کے سر میں چاقو گھونپا لیکن جب مگرمچھ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا تو بوڑھے نے اُس کی ریڑھ اور سر کے درمیان والی جگہ میں زور سے چاقو گھیڑا جس سے مگرمچھ کے نازک ریشے کٹ گئے اور وہ مچھ کو چھوڑ کر پانی میں بیٹھ گیا۔

کچھ ہی وقت گذرا ہو گا کہ ایک اور مگرمچھ نے مچھ پر حملہ کیا۔ بوڑھے بنیٹیاگو نے جب مگرمچھ کے سر میں چاقو مارا تو اس نے پیچھے کی جانب جھٹکا مارا جس سے چاقو کا پھل ٹوٹ گیا۔ مگرمچھ تو آہستہ آہستہ پانی میں ڈوب گیا لیکن بوڑھے بنیٹیاگو کے پاس مگرمچھوں سے لڑنے کے لئے اب چھوٹا گرز، چکری کا ڈنڈا اور دو چپوؤں کے علاوہ کچھ نہ رہا.... سلاح تو تھی لیکن اُس سے لڑنے میں کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اُس نے سورج غروب ہوتے وقت پھر دو مگرمچھوں کو جھپٹتے ہوئے دیکھا۔ جب مچھ کے جسم میں مگرمچھوں نے دانت گاڑ دیئے تو بوڑھے نے مگرمچھوں کے جبڑوں پر گرز برسانا شروع کر دیا۔ ایک مگرمچھ تو پہلی ہی چوٹ میں مر گیا۔ لیکن دوسرا برابر مچھ کا گوشت نوچتا رہا۔ اب کے بوڑھے نے اس کے سر کے پیچھے کی ہڈی گرز کی چوٹ سے توڑ دی جس سے وہ چکر کھاتا ہوا پانی میں بیٹھ گیا۔ جوں جوں اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا، بوڑھا اور زیادہ فکرمند ہوتا جا رہا تھا۔ مچھ کا صرف نصف حصہ ہی اب باقی رہ گیا تھا۔ تقریباً دس بجے اُسے شہر کی روشنی دکھائی دینے لگی تھی، اس نے اسی سمت کشتی

چلانا شروع کر دی۔ اب اس کے پورے جسم میں درد ہونے لگا تھا جسم اکڑ بھی گیا تھا۔ اور زخموں میں جلن ہونے لگی تھی۔ آدھی رات کے وقت مگرمچھ گروہ بنا کر مچھ پر ٹوٹ پڑے۔ بوڑھے نے جان کی پروا نہ کرتے ہوئے ان پر گرز کی بارش شروع کر دی جس سے کئی ایک کے جبڑے ٹوٹ گئے لیکن کسی مگرمچھ کی پکڑ میں آجانے سے گرز اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ جھنجلا کر بوڑھے نے کشتی چلانے کا ڈنڈا اکھاڑ لیا اور مگرمچھوں کو مارنا شروع کر دیا۔ مگرمچھوں کے ذریعہ مچھ کا نوچا ہوا گوشت سمندر میں بکھرا پڑا تھا۔ ایک مرتبہ تو مگرمچھ واپس چلے گئے لیکن کچھ ہی دیر بعد ایک مگرمچھ اُس مچھ کی پیشانی پر جھپٹا۔ جب مگرمچھ کے دانت مچھ کی پیشانی میں گھس گئے تو بوڑھے نے اس پر ڈنڈے برسانا شروع کر دیا۔ مارتے مارتے ڈنڈا دو ٹکڑے ہو گیا لیکن بوڑھے نے ٹوٹے ہوئے ڈنڈے سے ہی اُسے مارنا جاری رکھا۔ ٹوٹا ہوا ڈنڈا بوڑھے نے مگرمچھ کے جسم میں پیوست کر دیا جس سے وہ چکر کھاتا ہوا الٹ گیا۔ اس لڑائی میں بوڑھے سینٹیاگو نے اپنی پوری طاقت لگا دی تھی۔ اس کے منہ میں خون آگیا تھا اور وہ بمشکل سانس لے رہا تھا۔ مگرمچھوں نے مچھ کا سارا گوشت نوچ لیا تھا۔ اور بوڑھا سمجھ گیا تھا کہ اب اس کی شکست ہو چکی ہے۔ اس نے بورا اپنے شانوں پر ڈال لیا اور کشتی چلانے لگا۔ اب وہ اپنے بستر کے متعلق سوچنے لگا اور بندرگاہ کی جانب بڑھ چلا۔ مگرمچھوں کا گروہ دوبارہ مچھ کے ڈھانچے پر ٹوٹ پڑا تھا لیکن بوڑھا اب اس طرف سے بے فکر ہو کر بیٹھا رہا۔ اُسے علم تھا کہ اب حفاظت کرنے کے لئے کچھ بھی باقی نہ رہا تھا۔

جب سینٹیاگو کی کشتی بندرگاہ میں پہنچی تو وہاں سناٹا چھایا ہوا تھا سب مچھیرے اُس وقت اپنے اپنے گھروں میں سوتے ہوئے تھے۔ بوڑھے نے مستول کو اکھاڑ کر بادبان اس سے لپیٹا اور کندھے پر رکھ کر اپنی جھونپڑی کی طرف چل دیا۔ کشتی اُس نے اُسی جگہ ایک چٹان سے باندھ دی تھی۔ جب مڑ کر اُس نے کشتی سے بندھے ہوئے مچھ کے ہڈیوں کے ڈھانچے کو دیکھا تو اس کی طاقت زائل ہونے لگی۔ اپنی جھونپڑی تک پہنچنے میں اُسے پانچ مرتبہ بیٹھنا پڑا۔ ایک مرتبہ تو وہ گر ہی گیا تھا۔ جھونپڑی میں پہنچ کر اس نے مستول دیوار کے سہارے کھڑا کیا۔ اور بوتل سے پانی پی کر بستر پر لیٹ گیا۔ کمبل سے اس نے اپنا جسم ڈھک لیا۔

صبح ہوتے ہی مینولن اُس کی جھونپڑی میں آیا اور پھر بوڑھے کے لئے قہوہ لے آیا۔ گھاٹ پر بہت سے مچھیرے بوڑھے کی کشتی کے پاس کھڑے تھے۔ ایک مچھیرے نے رسّی سے ناپ کر بتلایا کہ مچھ کی لمبائی اٹھارہ فٹ تھی۔ سبھی اس پر تعجب کا اظہار کر رہے تھے۔ اس قدر لمبا چوڑا مچھ آج تک کسی نے نہ پکڑا تھا۔

جب مینولن نے بوڑھے کو قہوہ کا گلاس دیا تو سینٹیاگو نے بتایا کہ اسے مگرمچھوں نے ہرا دیا تھا۔ اُس نے اپنی قسمت کو کوسا۔ بالآخر مینولن کے یہ کہنے پر کہ اب وہ اسی کے ساتھ مچھلی پکڑے گا اور اس نے اب کچھ رقم جمع کر لی ہے، بوڑھا اپنی شکست کی بات بھول گیا۔ اور نئے چاقو، نیزے اور دوسری اشیاء خرید کر مچھلی پکڑنے کا منصوبہ بنانے لگا۔

مینڈن بوڑھے کے لئے کھانا اور اخبار لینے چلا گیا۔ ساتھ ساتھ ہی اس
کے ہاتھوں کے لئے دوا لانے کو بھی کہہ گیا۔ بوڑھا پھر اپنی جھونپڑی میں
سو گیا اور شیروں کے خواب دیکھنے لگا۔

اسکر وائیلڈ

اپنا سایہ

آپ کا پورا نام آسکر فنگال اد، فلاہرٹی ولس دائیلڈ تھا مگر آپ آسکر وائیلڈ کے نام سے ہی مشہور تھے۔ آپ ایک مشہور سرجن کے بیٹے تھے۔ آپ کی والدہ شاعرہ تھیں۔ آپ ڈبلن میں ۱۵ اکتوبر ۱۸۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ ٹرنٹی کالج آکسفورڈ میں کلاسکس اور شاعری میں آپ کو اعزاز حاصل ہوا۔ انیسویں صدی کے آخری دس سالوں کے دوران لندن میں "حسن پسندی" کی تحریک کے لیڈر کی حیثیت سے آپ نے بہت نام پیدا کیا۔ آپ اپنے وقت میں بہت زیادہ مشہور ہوئے۔ آپ کے حسن تقریر سے لوگ بے حد متاثر تھے۔ آپ شاعر، ناول نگار اور ڈرامہ نویس تھے لیکن ۱۸۹۵ء میں آپ نے سماج کے اخلاقی ضوابط کی خلاف ورزی کی اس لئے آپ کی سماجی توقیر گہرے دھکے کی وجہ سے لڑکھڑا گئی اور آپ کو دو سال کی قید کی سزا ملی۔ ۳۰ نومبر ۱۹۰۰ء کو پیرس میں آپ نے وفات پائی۔

"دی پکچر آف ڈورین گرے" (اپنا سایہ) آپ کا مقبول ترین ناول ہے جو پہلی بار ۱۸۹۰ء میں شائع ہوا تھا۔

OSCAR WILDE

THE PICTURE OF DORIAN GRAY

لارڈ ہنری بوٹن دیوان پر لیٹا ہوا تھا۔ اسٹوڈیو گلاب کی خوشبو سے معطر تھا
دیوان کے کونے پر لیٹا ہوا لارڈ بوٹن خوش رنگ پھولوں کے گچھوں کو باغیچہ کے
پودوں پر کھلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی ایسا معلوم ہوتا
تھا گویا شور و شغب کسی خواب آور خطہ میں جا کر نیند کی آغوش میں سو گیا تھا۔ لیکن
یہ خاموشی لارڈ بوٹن کو گویا بے کیفی کے بار سے دبا رہی تھی۔ کمرے کے وسط میں
ایک غیر معمولی خوبرو شخص کی تصویر تھی ۔ وہ ایک ایسے نوجوان کی تصویر تھی جسے دیکھ
کر آنکھوں کو تسکین ہوتی تھی۔ تصویر کے سامنے وہ بیسل ہارد ورڈ نام کا مصور
بیٹھا تھا۔ دبیسل چند روز پیشتر اچانک غائب ہو گیا تھا اور اس کے
بارے میں لوگوں میں بے حد تجسس پیدا ہو گیا تھا۔

لارڈ ہنری نے کہا "بیسل، کیا یہ تمہارا بہترین شاہکار ہے؟ تمہیں
اس کو گریس بیکر کے پاس بھیج دینا چاہیے؟"

دبیسل نے جواب دیا "اس کو میں کہیں نہیں بھیجوں گا۔ اس میں تو گویا
میں نے خود کو ہی سمو ڈالا ہے۔ اس تصویر میں میں خود اس قدر منقش
ہو گیا ہوں کہ میں اس کو کہیں بھی بھیجنا نہیں چاہتا۔" اور تب مصور دبیسل

نے بتایا کہ وہ تصویر ڈورین گرے نامی نوجوان کی تھی جس وقت اس نے ڈورین گرے کو دیکھا تھا، اسی وقت اس پر ایک جادو سا ہو گیا تھا اپنی خوبروئی سے اس نے اسے تسخیر کر لیا تھا۔ اس کو دیکھ کر بیسل کو محسوس ہوا تھا کہ اُس کی تصویر بنانے کے لئے، آرٹ کی ایک نئی تحریک اس کی اپنی شخصیت کو سرابور کر کے خود کو ظاہر کرنے کے لیے بے چین ہو اُٹھی تھی اور اس میں اسے کامیابی بھی حاصل ہوئی اور اس کے بعد مصوّر نے قدرے اُداسی سے کہا: "لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اپنی ساری روح انڈیل کر ایک ایسے شخص کے حوالے کر دی ہے جو اس کی کماحقہ قدر نہیں کرتا۔ اُس کے لئے تو یہ گویا صرف کوٹ میں لگانے کے پھول کے مانند ہے۔" مصوّر نے لارڈ ہنری کی طرف دیکھا اور منت آمیز لہجہ میں کہا کہ وہ اس کے دوست کے سادہ اور شیریں مزاج کو نہ بگاڑے کیوں کہ اُسے علم تھا کہ لارڈ ہنری بوٹن ہر چیز کے تئیں بے اعتنائی کا جذبہ رکھتا تھا اور بے اعتمادی سے ملو طنز اس کے ہونٹوں پر ہمہ وقت کنار رہتا تھا۔

وہ لوگ ابھی باتیں کر ہی رہے تھے کہ ڈورین گرے کے آنے کی اطلاع ملی۔

لارڈ ہنری بوٹن نے دیکھا کہ ڈورین کے ہونٹ گلابی تھے۔ شفاف آنکھیں نیلی تھیں۔ پاک وصاف بال ملائم اور سنہرے تھے۔ اور لارڈ ہنری کو محسوس ہوا کہ وہ ایک پاکیزہ جوانی تھی جس پر ابھی تک کوئی داغ دھبہ اثر انداز نہ ہوا تھا۔

مصوّر اپنا برش لے کر دوبارہ منہمک ہو گیا۔ اور ڈورین لارڈ ہنری

سے باتیں کرتا رہا۔ لارڈ ہنری نے کہا "کسی بھی قسم کی خواہش سے نجات حاصل کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ایک بار اُس کے سامنے خود سپردگی کر کے اُس کو حاصل کر لیا جائے اس طرح سیر ہو جانے پر رغبت کی جگہ از خود نفرت لے لیتی ہے۔"

اس جملے نے ڈورین گرے پر اپنا بھرپور اثر کیا۔ ایسا معلوم ہوا کہ اس آواز نے اُس کے دل کے تاروں کو جھنجھنا دیا تھا

لارڈ ہنری نے ڈورین سے یہ بھی کہا کہ جب اُسے خوبصورتی ملی ہے تو اُسے لازمی طور پر اس کا استعمال بھی کرنا چاہئے کیوں کہ جوانی ہمیشہ قائم نہیں رہتی۔ کسی بھی شئے کی افادیت اُس کے استعمال میں مضمر ہے۔ کیوں کہ شخصیت اپنے آپ میں اس وقت تک مکمل نہیں ہو پاتی جب تک یہ خاکی پُتلا سیر گی کے احساس کے ذریعہ خود اپنی ہی ذات سے مکمل حظ حاصل نہیں کر لیتا۔

مصوّر نے پکار کر کہا "لو، میری تصویر مکمل ہو گئی۔"

تینوں نے ایک ساتھ خوبصورتی کے اُس شاہکار کی طرف دیکھا۔ پھر ڈورین گرے نے آہستہ سے بدبداتے ہوئے کہا۔ "یہ کس قدر تکلیف دہ بات ہے کہ ضعیفی آئے گی اور میری اسی خوب صورتی کو بد صورتی نگل جائے گی۔"

لیکن یہ تصویر کبھی ضعیف نہیں ہو گی۔ اگر میں دائمی طور پر جوان بنا رہوں جو کہ ناممکن ہے، تو شاید میری خوبصورتی کبھی برباد نہ ہو گی۔ اُس حالت میں میری جگہ اگر میری یہ تصویر بوڑھی ہوتی چلی جائے تو کتنا عجیب ہو۔ اس کے لئے میں اپنی روح تک کو

نے کے لئے تیار ہوں۔"

ڈورین بہت بڑی جائیداد کا مالک بننے والا تھا۔ اُس کی ماں
یک بے حد حسین عورت تھی۔ لیکن معزز خاندان کی ہوتے ہوئے بھی
وہ ایک نہایت معمولی شخص کے ساتھ بھاگ نکلی تھی۔ اُس شخص اور
اں کے والد میں ڈیول ہوا جس میں اُس کا والد مارا گیا۔ اور
پھر ماں بھی زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہی۔ ڈورین کی پرورش اسی
سرے شخص نے کی۔ ڈورین اُس کے ساتھ ڈرامہ دیکھنے جاتا۔
ور دعوتوں میں شامل ہوتا۔ لیکن جب اس شخص کو اس بات
علم ہوا کہ ڈورین ایک چھوٹے سے تھیٹر میں کام کرنے
لی ایک سترہ سالہ ایکٹریس سول بین کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہے،
وہ بے حد ناراض ہوا۔ لارڈ ہنری بوٹن کو جب یہ سب معلوم ہوا
اس کے دل میں ایک عجیب سے احساس نے جنم لیا۔

اب ڈورین گرے اپنے دوستوں کے ساتھ تھیٹر جانے لگا۔
یب اس ایکٹرس سے اس کی سگائی طے ہو گئی اور حسبِ معمول ایک
ن وہ اپنے دوستوں کے ساتھ اُس کی اداکاری دیکھنے گیا تو اس
ن وہ عمدہ اداکاری نہ کر سکی۔ ڈورین نے دیکھا کہ وہ پہلی مرتبہ اپنے
ام میں ناکامیاب رہی تھی۔ ڈورین کو دھکا لگا وہ اس کو حسن اور
رٹ کی دیوی تصور کرتا تھا۔ خود ایکٹرس اسے جادو گر شہزادہ
ا کرتی تھی۔ جب اس نے اس بارے میں ایکٹرس سے دریافت
ا تو سول بین نے کہا "اسٹیج میرے لئے اب حقیقت اور اصلیت
ن نما ئندہ نہیں رہی۔"

ڈورین زخم خوردہ سا ہو کر کہہ اٹھا "تم نے تو میری محبت کا
گلا ہی گھونٹ دیا" اور اسے روتا ہوا چھوڑ کر چلا گیا۔
جب وہ گھر آیا اور اس نے اپنی تصویر کی طرف دیکھا تو
اس نے دیکھا کہ تصویر کے چہرے پر سنگدلی کا جذبہ ابھر آیا تھا
تصویر دیکھ کر اُسے تعجب ہوا۔ اُس نے آئینہ میں اپنی صورت
دیکھی — وہی شکل تھی، وہی انداز تھا، سب کچھ ویسا ہی تھا
ذرہ بھر بھی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ لیکن تصویر میں اچانک ہی ایک
ایسی تبدیلی آ گئی تھی — اور تبھی اُسے اپنی خواہش یاد آ گئی جب
اُس نے کہا تھا "میں ایسا ہی بنا رہوں اور جو بھی تبدیلیاں ہوں
وہ سب اسی تصویر میں ہوا کریں"
اس خیال نے اس کے دل کو دھکا پہنچایا لیکن اس نے اپنے
دل کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ "میں سنگدل نہیں ہوں۔ یہ تو صرف
سول بین کی خطا ہے"
دوسرے دن دوپہر کے وقت اس نے سول سے معافی مانگتے
ہوئے ایک خط لکھا۔ لیکن اتنے میں لارڈ ہنری ہوٹن نے اسے
اطلاع دی کہ سول نے زہر کھا کر خودکشی کر لی ہے۔
"اچھا ہی ہوا" لارڈ ہنری نے کہا "ورنہ وہ تمہیں بالکل اکتا
دیتی"
ڈورین کو لگا کہ اُس کے اس جملے میں کچھ سچائی ضرور ہے۔ اور ا
نے ایسا محسوس کیا کہ وہ لارڈ سے متفق بھی ہے اور اس نے مسکراتے
ہوئے اپنی تصویر پر ایک پردہ ڈال دیا۔ اب یہ اس کی روح کی

آئینہ دار ہو گئی تھی۔ جو تبدیلیاں اس کے لئے ظاہراطور پر پوشیدہ تھیں، اُن کو وہ اس تصویر میں دیکھ سکتا تھا۔ دوسرے دن مصوّر دیسیل اُس کے پاس آیا۔ اُس نے ڈورین کو دوبارہ ماڈل بننے کے لئے کہا لیکن ڈورین نے مصوّر کو وہ تصویر تک بھی دیکھنے کی اجازت نہ دی۔ مصور نے ڈورین کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ڈورین اس کی نظر میں ایک آدرش مرد ہے۔ اُس نے اُس کی خوبصورتی میں اپنے تصوّر کو مجسّم کر لیا ہے لیکن ڈورین کسی طرح بھی دوبارہ اُس کے لئے ماڈل بن کر بیٹھنے کو تیار نہیں ہوا۔ مصوّر کے چلے جانے کے بعد ڈورین نے تصویر اٹھا لی۔ اُس کے گھر میں اوپر کی منزل پر ایک کمرہ تھا جس کا کوئی استعمال نہیں ہوتا تھا۔ اُس نے اُس تصویر کو اُس کمرے میں پہنچا دیا اور دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔

لارڈ ہنری ہوٹن نے ڈورین کے پاس ایک ناول بھیجا۔ یہ پیرس کے ایک نوجوان کی کہانی تھی۔ پیرس کے اس نوجوان نے زندگی کے عجیب تجربات کئے تھے۔ گذشتہ صدی میں گناہ اور ثواب کے تمام خیالات کو اپنے تجربے میں لانے کے لئے اُس نے زندگی کی تمام ہوسوں کو اپنے اوپر کھیل جانے دیا تھا۔ یہ ایک زہر آلود ہوسناک کتاب تھی۔ ڈورین پر اُس کا جادو کا سا اثر ہوا اور سالوں تک وہ اس سے متاثر ہوتا رہا۔ اُسے محسوس ہوتا جیسے وہ اس کی اپنی سوانح حیات تھی۔ اور جب وہ پیدا بھی نہیں ہوا تھا، جب اُس نے اُس زندگی کو بسر بھی نہیں کیا تھا۔ تبھی، اس کو لکھ دیا گیا تھا۔ ڈورین کا حیرت انگیز حسن اور اس کے چہرے کی پاکیزگی آج بھی

اس کے ساتھ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس میں کبھی بھی کسی
قسم کی تبدیلی نہیں آئے گی۔ لیکن لندن میں اس کے بارے بے طرح
طرح کی افواہیں اڑ رہی تھیں۔ ہر بڑے واقعہ سے لوگ اس کو منسوب
کر دیتے تھے۔ وہ کئی کئی روز تک گھر سے غائب رہتا، پراسرار
طریقے سے اِدھر اُدھر گھومتا رہتا، لیکن جب وہ گھر واپس آتا تو
اپنے ہاتھ میں آئینہ لے کر اس اوپر والے کمرے میں تصویر کے رو
برو جا کھڑا ہوتا۔ اسے یہ دیکھ کر عجیب سی مسرّت ہوتی کہ
آئینہ میں اس کی صورت اسی طرح بے داغ اور خوبصورت
دکھائی دیتی تھی لیکن تصویر کی شکل پر ضعیفی آتی جا رہی تھی۔
اور کجروئی اپنی بدصورتی کو نمایاں کرنے لگی تھی۔ تصویر کے
شخص کا چہرہ ہوس زدہ تھا، بھاری تھا، پیشانی پر نفرت انگیز
لکیریں ابھر آئی تھیں اور جسم بھی بے ڈول ہوتا جا رہا تھا، لیکن وہ
خود ویسا ہی خوبرو اور خوبصورت تھا۔ اپنا لباس اور رنگ روپ بدل کر
ڈورین ڈاکس کے قریب ایک بدنام سرائے میں جایا کرتا تھا۔ اس
کے جنسی جذبات زیادہ خطرناک صورت اختیار کرتے جا رہے
تھے۔ جیسے جیسے اس کی خود کو سیر کرنے کی کوششوں میں اضافہ
ہوتا جاتا، ویسے ویسے اس کی بھوک اور تیز ہوتی جاتی۔ اس
کے ساتھ ہی ساتھ وہ لوگوں کو اپنے یہاں کھانے کی دعوتیں دیتا،
تا کہ لوگ اس سے متاثر ہوں اور یہی سمجھیں کہ وہ ایک نئے نظریے
کی داغ بیل ڈال رہا ہے جس میں حسن کے نازک احساسات کے
ذریعے ایک نئی قسم کی روحانیت حاصل کی جا سکتی ہے

اسی دوران میں ڈورین کو رومن کیتھولک طرزِ عبادت نے متاثر کیا۔ اُس نے خوشبوؤں کا مطالعہ کیا۔ موسیقی کی جانب راغب ہوا۔ اُس نے جو اہرات اور بیش قیمت کشیدہ دل کو جمع کیا اور ان کا گہرا مشاہدہ کیا۔ اپنی تصویر کے تئیں وہ بہت زیادہ رغبت رکھتا تھا۔ اس لئے وہ لندن سے دور نہیں جاتا تھا۔ لیکن اب کچھ لوگ اس کی مخالفت کرنے لگے تھے اور جب وہ پچیس سال کا ہوا تو اُس کے بارے میں افواہیں اڑنے لگیں کہ اس کی صحبت بہت خراب ہے لیکن بہت سے اشخاص کے لیے تو یہ افواہیں بھی اُس کے تئیں کشش بنائے رکھنے کے لیے کافی تھیں۔

ڈورین کا اڑتیسواں سال شروع ہوا۔ اُس شام کو ویسیل ہارورڈ اُس سے ملنے آیا۔ رات کافی بیت چکی تھی۔ مصوّر خفیہ طور پر کام کرنے کے لئے دوسرے روز چُپ چاپ پیرس جانے والا تھا۔ اُس نے سوچا کہ ڈورین سے ملتا چلوں۔ مصوّر نے ڈورین کو بتایا کہ لوگ اُس سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ بہت بدنام ہو گیا ہے۔ اس پر ڈورین خفا ہو کر اُسے اوپر والے کمرے میں لے گیا۔ مصوّر نے تصویر کی طرف دیکھا اور کانپ اٹھا۔ تصویر والے شخص کی شکل خوفناک تھی، نفریں تھی۔ اسے دیکھ کر گھن ہوتی تھی۔ ویسیل نے عاجزانہ لہجہ میں کہا "ڈورین، تم اپنے گناہوں کے لئے کفارہ کرو۔ تم خدا سے دعا کرو۔ تمہارے لیے نجات کا اور کوئی راستہ نہیں۔"

لیکن یہ سن کر ڈورین پہ ایک قسم کا جنون طاری ہو گیا اور اُس نے چھرا مار کر مصوّر کو قتل کر دیا۔ مصوّر چھپ کر آیا تھا اس لیے کسی کو یہ علم نہ تھا کہ ڈورین کی اُس سے ملاقات ہوئی ہے۔ ڈورین نے ایلس کیمپ بیل نامی شخص کو بلایا۔ ڈورین نے ہی کیمپ بیل کی زندگی تباہ کی تھی۔ کیمپ بیل علم کیمیا کا طالب علم تھا۔ ڈورین نے اُس کو مجبور کیا کہ وہ دیسیل کی لاش کو ٹھکانے لگا دے۔ اس کے بعد ڈورین لیڈی نارورد کے یہاں کھانے پر گیا۔ وہاں لارڈ ہنری بھی موجود تھا۔ دونوں میں نہایت دلچسپ گفتگو ہوئی لیکن ڈورین دل ہی دل میں گھبرایا ہوا تھا۔ اس میں خوف کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ اُس رات ڈورین افیونچیوں کے ایک اڈّے پر پہنچا۔ وہاں ایک ملّاح بھی موجود تھا۔ ایک عورت نے ڈورین کو "جادوگر شہزادے" کے نام سے آواز دی۔ ملّاح نے یہ بات سن لی۔ ملاح کا نام جمن بین تھا۔ اور سول بین (ڈورین کی مرحوم محبوبہ) کا بھائی تھا۔ طیش میں آ کر اُس نے ڈورین پر حملہ کر دیا اور شاید اسے قتل کر ڈالتا لیکن ڈورین کی خوبصورتی سے متاثر لوگوں کی دخل اندازی سے وہ وہاں سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

ایک ہفتہ بعد جب ڈورین دیہات کے ایک مکان میں مقیم تھا، اُس کو محسوس ہوا کہ بین اُس پہ نظر رکھے ہوئے ہے۔ ڈورین کو محسوس ہوا کہ اب اُس کا آخری وقت قریب آ گیا ہے۔ کیوں کہ بین اب مار دھاڑ کے کاموں میں لگ گیا تھا۔ ڈورین کی خوش قسمتی سے ایک دن اچانک بین ایک شکاری

کی گولی کا شکار ہو گیا اور ڈورین نے راحت کی سانس لی۔
اسی طرح چند ہفتے اور گذر گئے۔ ایک دن لارڈ ہنری ووٹن سے ڈورین نے کہا "اب میں اپنے نیک کاموں کی ابتدا کر رہا ہوں"
"مجھے بتاؤ وہ کیا کام ہیں؟"
"دیہات کی ایک حسین لڑکی ہے۔ میں اُس کو پھنسا نہیں رہا ہوں"
لارڈ ہنسا اور دیسیل کے غائب ہو جانے کے بارے میں باتیں کرتا رہا۔ لارڈ کی بیوی بھی کسی شخص کے ساتھ فرار ہو چکی تھی۔ لارڈ کہنے لگا کہ دیسیل بھی اب اپنا آرٹ تقریباً کھو چکا ہے اس کے بعد وہ دونوں جدا ہو گئے۔ ڈورین اپنے گھر کی طرف چل پڑا
اب اُس میں اپنے بچپن کی بے داغ زندگی کی یاد جاگ اٹھی۔ اُس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کس طرح وہ اپنی پاکیزگی کو دوبارہ حاصل کر سکے جس کو اس نے اس قدر داغدار بنا دیا تھا۔ مگر کیا اب یہ ممکن تھا؟ وہ تصویر ہی اس کی ناکامیوں کا باعث تھی لیکن وہ اپنے مستقبل کو تبدیل کر سکتا تھا، کیوں کہ ایلن کیمپ بیل بھی اب تک مر چکا تھا اور ڈورین اب پوری طرح محفوظ تھا۔ اپنے دل میں اپنا مستقبل سدھارنے کا ارادہ کرنے کے بعد، وہ کمرے میں اُس تصویر کو دیکھنے کے لئے گیا۔ اُس نے سوچا کہ شاید اس میں بھی کوئی تبدیلی آگئی ہو کیوں کہ اُس نے اپنے ضمیر کو پاک و صاف کرنے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن تصویر کو دیکھتے ہی اُس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ

نکل گئی۔ تصویر کے چہرے پر فریب اور چالبازی کا عکس
اور آگیا تھا۔ اور ہاتھ پر لہو کا نشان بھی دکھلائی دینے
لگا تھا۔ ڈورین نے ایک چاقو اٹھالیا اور زور سے تصویر
پر دے مارا۔ ایک خوفناک چیخ بلند ہوئی اور کسی کے نیچے گرنے
کی آواز آئی۔ ملازم اوپر گئے کمرے کی طرف دوڑ پڑے پھر انھوں
نے زور لگا کر دروازہ کھولا اور انہوں نے دیکھا کہ اُن کے
آقا کی تصویر دیوار پر لٹک رہی تھی۔ جیسا کہ اپنے آقا کو انہوں
نے جوانی میں دیکھا تھا۔ ویسا ہی حسن اُس تصویر میں نقش تھا۔
بے داغ اور شفاف، عجیب خوبروئی، لاثانی جوانی، لیکن فرش پر
ایک مردہ پڑا ہوا تھا۔ اس مردے کے چہرے پر جھریاں
پڑی ہوئی تھیں۔ اُس کی شکل بگڑی ہوئی تھی اور وہ نہایت
نفرت دکھائی دیتا تھا۔ وہ اُس شخص کو شناخت نہ کر سکے لیکن
بعد میں جب انہوں نے اس مردے کی انگلیوں میں انگوٹھیاں
دیکھیں تب انہیں معلوم ہوا کہ وہ مردہ کوئی دوسرا نہیں خود
اُن کا آقا ڈورین گرے تھا۔

سٹیونسن

انسان یا شیطان

رابرٹ لوئی سٹیونسن کی پیدائش ایڈنبرا میں ۱۳ نومبر ۱۸۵۰ء کو ہوئی۔ اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں ہی آپ میں تخلیقی رجحان پیدا ہو گیا۔ اپنے والد کو خوش کرنے کے لئے آپ نے سول انجینئرنگ کا مطالعہ کیا اور قانون کی تعلیم بھی حاصل کی لیکن لکھنے کے لئے دونوں کو ہی ترک کر دیا۔ بچپن سے ہی آپ کی صحت اچھی نہیں تھی، اکثر بیمار رہتے تھے۔ اپنی صحت ٹھیک کرنے کے لئے آپ نے فرانس، کیلی فورنیا، اڈی رانڈیکس اور بحر جنوبی کے جزائر کا سفر کیا۔ آپ کی بیوی مسلسل آپ کی امداد کرتی رہی اور آپ کے لئے تحریک کا سرچشمہ بنی رہی۔ سٹیونسن اس معاملے میں رنجیدہ رہے کہ انہیں اپنے دوستوں سے جدا رہنا پڑتا تھا۔ آپ کی زیادہ تر ادبی تخلیقات آپ کے بستر علالت پر ہوئیں۔ ۳ دسمبر ۱۸۹۴ء کو آپ کی وفات سموآ نامی جزیرہ میں ہوئی۔ آپ نے شاعری بھی کی۔ بچوں کو دلچسپ لگنے والی تخلیقات کے لئے آپ مشہور رہیں۔ "ڈاکٹر جیکل اور مسٹر ہائڈ" (انسان یا شیطان) آپ کا ایک بڑا روح فرسا ناول ہے۔ یہ پہلی مرتبہ ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا تھا۔

ROBERT LOUIS STEVENSON

Dr. JEKYLL AND Mr. HYDE

اٹرسن ایک وکیل تھا۔ رچرڈ اینفیلڈ نامی ایک شخص اس کا دور
کا رشتہ دار تھا۔ ایک دن اتوار کو وہ لندن کے قرب و
جوار میں گھوم رہا تھا کہ اسے ایک عجیب سا مکان دکھائی
دیا۔ یہ مکان ایک گلی میں تھا۔ مکان دو منزلہ تھا لیکن اس
میں کھڑکی ایک بھی نہیں تھی۔ اور دیکھنے میں وہ کچھ عجیب سا،
خوفناک سا معلوم ہوتا تھا۔ اینفیلڈ کو وہ مکان دیکھتے ہی
ایک ہیبت ناک منظر یاد آگیا۔ اُس نے اس منظر کے بارے
میں اٹرسن کو بتایا کہ "ایک صبح شفق پھولی ہوئی تھی کہ ایک آدمی
بہت تیزی سے چلتے ہوئے ایک چھوٹی سی لڑکی سے ٹکرا گیا اور
وہ بچی گر پڑی لیکن اس آدمی پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور وہ
بڑے اطمینان کے ساتھ اس بچی کو روندتا ہوا اُس کے اوپر
سے نکل گیا۔" یہ کہتے ہوئے اینفیلڈ کو گویا ایک جھرجھری سی
آگئی اور اُس نے کہا "میں اس منظر کی تاب نہ لا سکا۔ میں
نے دوڑ کر اُس آدمی کو جا لیا اور گردن سے پکڑ کر اس بچی کے

پاس کھینچ لایا۔ وہ آدمی نہایت کریہہ صورت تھا۔ اس نے بچی کے کنبہ کو بطور ہرجانہ روپیہ دینا منظور کر لیا۔ پھر وہ اسی پراسرار مکان میں گھس گیا اور دس طلائی پونڈ لے آیا۔ اور اس نے ایک چیک بھی دیا جس پر ایک نہایت معزز شخص کے دستخط تھے۔" این فیلڈ نے اتنا کہہ کر مسٹر اٹرسن کی طرف دیکھا۔

وکیل اٹرسن نے کہا۔" میں اس آدمی کا نام جاننا چاہتا ہوں جو اُس بچی کو اس طرح کچل کر چلا گیا تھا۔"

این فیلڈ نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔" اس آدمی کا نام ہائڈ تھا۔"

اٹرسن نے کہا" یہ جو میں دوسرے آدمی کا نام نہیں پوچھ رہا جس نے چیک دیا تھا، تو اس کی بھی ایک وجہ ہے۔"

این فیلڈ نے دریافت کیا" وہ کیا ؟"

وکیل نے جواب دیا" سیدھی سی بات ہے کہ میں اُس کے بارے میں سوچ سکتا ہوں اور میں اس سے واقف ہوں۔"

اُس رات وکیل اٹرسن نے ڈاکٹر ہنری جیکل کی وصیت کو پھر سے بغور دیکھا۔ اس میں درج تھا کہ جیکل کی موت کے بعد اُس کی تمام جائداد ایڈورڈ ہائڈ کو مل جانی چاہیے۔ لیکن اُس میں یہ بھی شرط تھی کہ اگر جیکل غائب ہو جائے یا تین ماہ تک، خواہ کسی وجہ سے ہو، اس کا پتہ نہ چلے تو ہائڈ کو چاہیے کہ وہ فوراً جیکل کی جگہ لے لے۔

اٹرسن سوچنے لگا "یہ تو بالکل پاگل پن کی سی بات ہے"۔ اور اس نے وصیت کو رکھتے ہوئے پھر سوچا "نہایت توہین آمیز بات معلوم ہوتی ہے۔

جیکل کا ایک پرانا دوست تھا ڈاکٹر لینئن۔ اٹرسن ڈاکٹر لینئن سے ملنے گیا تو اسے معلوم ہوا کہ جیکل سے ڈاکٹر لینئن کے تعلقات طویل عرصے سے منقطع ہو چکے تھے۔ لینئن نے کہا "جیکل نہ معلوم کس دھن میں رہا کرتا تھا۔ میں تو اس کی بات کچھ سمجھ نہیں سکا۔ اور اس ہائیڈ نام کے شخص کو تو میں جانتا تک نہیں۔ یہ کون ہے؟"

وکیل اٹرسن کا تجسس بڑھا اور اس نے اس عجیب سے مکان پر نگاہ رکھنا شروع کر دیا۔ اور ایک دن اسے ایک آدمی وہاں ملا۔ اس عجیب سے مکان کے دروازے پر اس شخص نے اپنا تعارف ہائیڈ نام سے کرایا۔ وہ عام قسم کا چھوٹے قد کا آدمی تھا۔ اور اس نے بہت سادہ لباس پہن رکھا تھا۔ گھر کے اندر داخل ہونے سے پہلے دونوں نے ایک دوسرے کو گھور کر دیکھا۔ ملاقات کے دوران ہائیڈ نے وکیل کو اپنا پتہ بتایا۔ ڈاکٹر جیکل کے مکان سے باہر [illegible] پر ترتیب کے ایک موڑ پر اٹرسن کو جیکل کا باورچی مل گیا۔ وہ گھر کا بہت پرانا ملازم تھا۔ باورچی نے بتایا کہ مسٹر جیکل گھر پر نہیں تھے۔ اور ہائیڈ ہی کے پاس ڈاکٹر کے آپریشن روم کے دروازے کی کنجی تھی۔

اس واقعہ کے تقریباً ایک سال بعد پورے انگلینڈ میں سنسنی پھیل گئی۔ کیوں کہ بوڑھے سر ڈینورس کو کسی نے بڑی بے رحمی سے مار ڈالا تھا۔ قاتل اپنی چھڑی وہیں چھوڑ گیا تھا، جہاں اُس نے پیٹ پیٹ کر کیریو کی جان لی تھی۔ اطلاع ملتے ہی اٹرسن جائے وقوع پر پہنچا کیوں کہ سر کیریو اُس کے مؤکل تھے وہاں اسے یہ دیکھ کر بے حد تعجب ہوا کہ وہ چھڑی اس کی جانی پہچانی تھی۔ کسی وقت خود اٹرسن نے ہی وہ چھڑی ڈاکٹر جیکل کو دی تھی۔

اس بات نے اُس کے تجسس میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ وہ فوراً ہائیڈ کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچا۔ لیکن وہاں پہنچنے پر اسے معلوم ہوا کہ ہائیڈ وہاں سے جا چکا تھا۔ مکان میں صرف چیک بک پڑی ہوئی ملی۔ اور اس کے علاوہ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ بنک سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ہائیڈ کے حساب میں ہزاروں پونڈ جمع تھے۔ لیکن انہیں نکال لیا گیا تھا اس کے علاوہ بنک والوں کو ہائیڈ کے بارے میں کچھ بھی علم نہ تھا۔

اٹرسن کے تلاش کرنے پر اسے سائنس داں جیکل مل گیا۔ اور وہ بھی اپنے گھر کے آپریشن روم میں اس وقت اُس کے چہرے پر موت کی سی کیفیت طاری تھی۔ باہمی گفتگو سے معلوم ہوا کہ اُسے اس خوفناک قتل کے بارے میں علم تھا۔

اٹرسن نے کہا "معلوم ہوتا ہے تم ابھی اس قدر پاگل نہیں ہوئے کہ اُس قاتل کو چھپا دو۔"

جیکل نے جب یہ سنا تو وہ قسم کھانے لگا اور اس نے کہا "میں قاتل کو چھپا نہیں رہا ہوں بلکہ یہ کہہ رہا ہوں کہ اب اُس کے بارے میں شاید کبھی کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں ہو گا۔"

اتنا کہہ کر جیکل نے وکیل کے سامنے ایک خط رکھ دیا جس کے نیچے دستخط تھے۔ ایڈورڈ ہائیڈ۔ ڈاکٹر جیکل نے یہ خط اپنے بیان کے ثبوت میں پیش کیا تھا۔ وکیل اس خط کو اپنے ساتھ لے آیا۔ اور اسے ایک ماہرِ تحریر کو دکھلایا۔ اور پھر ماہر کے منہ سے یہ سن کر اُسے بے حد تعجب ہوا کہ یہ خط جیکل کی تحریر سے بہت زیادہ ملتا ہے۔

وکیل نے چونک کر پوچھا "کیا کہتے ہو؟ ہنری جیکل نے ایک قاتل کے لئے نقلی خط لکھا ہے؟ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟"

چند روز اور گزر گئے۔ ایک دن وکیل اٹرسن نے ڈاکٹر لینن کے ہاں پہنچ کر دیکھا کہ وہاں ایک ایسا شخص بیٹھا تھا۔ جس کے چہرے پر گویا موت جھانک رہی تھی۔

لینن نے اُس شخص کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس شخص کو کوئی سخت صدمہ پہنچا ہے۔ جس سے جانبر ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔"

اور پھر جب اٹرسن نے جیکل کا تذکرہ کیا تو لینن لرز اٹھا۔ کپکپاتے لہجے میں اس نے کہا "اُس کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرو! ڈاکٹر جیکل اس دنیا میں نہیں ہے۔ وہ مرچکا ہے۔"

اس بات کے تقریباً پندرہ دن کے اندر لینین کا انتقال ہو گیا
وکیل اٹرسن کو ایک لفافہ ملا جو مہر بند تھا۔ اس نے مہر توڑ کر دیکھا،
تو ایک خط ملا مرحوم لینین نے ہی یہ خط اس کو لکھا تھا۔ اس لفافہ
کے اندر ایک اور لفافہ تھا جس میں لکھا ہوا تھا۔ "جب تک
ہنری جیکل فوت نہ ہو جائے یا غائب نہ ہو جائے،
اُس وقت تک اس لفافہ کو نہ کھولا جائے۔"

ڈاکٹر جیکل کے باورچی کا نام پول تھا۔ وکیل اٹرسن کو اس
کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر نہایت نا امید، سنجیدہ اور خاموش
رہا کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے ذہن پر کوئی
خوفناک بوجھ پڑ گیا ہو۔ اپنی تجربہ گاہ سے باہر نکلنا اس
نے تقریباً بند کر دیا تھا۔ اس کی زندگی نہایت تنہائی میں گذر
رہی تھی۔

ایک دن اتوار کے روز این فیلڈ کے ساتھ گھومتے
ہوئے اٹرسن نے جیکل کو اپنے مکان کی کھڑکی میں دیکھا۔
اس پر انتہائی مایوسی اور اداسی مسلط تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا
جیسے وہ ایک نہایت بے بس قیدی تھا۔ دونوں گھر کے اندر
گئے۔ ڈاکٹر سے سیر کو چلنے کے لئے کہا مگر اس نے انکار کر دیا۔
اور اچانک ہی اس کے چہرے پر اس قدر خوفناک ہیبت اور
مایوسی چھا گئی کہ وکیل اٹرسن اور این فیلڈ دونوں کا گویا خون
منجمد ہو گیا.......

ایک رات کو پول بے حد گھبرایا ہوا اٹرسن کے گھر پہنچا

اس نے بتایا کہ سات دن سے آقا اس کے کمرے میں بند ہیں۔ اور ان کا کچھ پتہ نہیں چل رہا۔

باورچی کی حالت بہت زیادہ خراب تھی۔ وہ بہت زیادہ خوفزدہ تھا۔ اس نے نہایت التجا بھرے انداز میں کہا "وکیل صاحب، آپ میرے ساتھ چلیے"۔

اٹرسن ڈاکٹر جیکل کے گھر پہنچا۔ سب کے سب ملازمین بے حد خوفزدہ تھے۔ پول کے ساتھ آپریشن کے کمرے میں داخل ہو کر اٹرسن نے جب دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز آئی۔ "میں کسی سے نہیں مل سکتا۔ اس وقت میں کسی سے ملنا نہیں چاہتا"۔ دروازہ نہیں کھلا۔ تب وہ لوگ باورچی خانہ کی طرف چلے گئے۔

پول نے پوچھا "حضور کیا یہ میرے آقا کی آواز تھی؟"

وکیل نے کہا "یہ تو بالکل بدلی ہوئی آواز معلوم ہوتی ہے"۔

پول نے کہا "مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے آقا کو قتل کر دیا گیا ہے"۔

"کس نے؟" وکیل نے سوال کیا۔

پول نے کہا "اسی نے کیا ہوگا جو وہاں موجود ہے"۔

"یہ کس طرح ممکن ہے؟" وکیل نے کہا: "اگر اس نے قتل کیا ہے تو ابھی تک وہ وہاں موجود کیوں ہے؟"

پول نے کہا: "جو بھی اس کوٹھڑی میں بند ہے، وہ دن رات کسی دوا کے لئے بری طرح چلاتا ہے۔ لیکن جیسے اسے یاد نہیں آتا

کہ وہ کونسی دوا ہے۔"

"تمہیں یہ بات کس طرح معلوم ہوئی؟"

پول نے ایک کاغذ نکال کر وکیل کے سامنے دکھا۔ اور کہا "یہ اس کوٹھری کے باہر پھینکا گیا تھا۔"

وکیل نے اسے پڑھا۔ یہ ایک نہایت دردناک التجا تھی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ وہ پہلے کسی "خاص" قسم کے نمک کا استعمال کرتا رہا ہے اور اسے اُس نمک کی اور ضرورت ہے۔ وہ خط جیکل کے نام لکھا گیا تھا لیکن اس کی تحریر جیکل کے خط سے بہت کچھ مشابہ تھی۔

پول نے کہا: "میں نے اس کو دیکھا ہے۔ وہ میرا آقا نہیں ہے! وہ تو بڑے لمبے اور تندرست آدمی ہیں اور یہ اندر والا تو کچھ بونا سا نظر آتا ہے"

سب لوگ جمع ہو گئے۔ اٹرسن نے کہا: "دروازہ نہیں کھلا تو کوئی پروا نہیں۔ کلہاڑا لے آؤ اور دروازہ توڑ دو"

اندر سے آواز آئی: "اٹرسن خدا کے لئے رحم کرو۔"

اٹرسن پکار اٹھا "یہ جیکل کی آواز نہیں ہے۔ یہ ہائیڈ کی آواز ہے۔ پول! دروازہ توڑ دو"۔

کلہاڑا دروازے سے ٹکرایا اور اس کے ساتھ ہی اندر سے ایسی آواز آئی جیسے کسی جانور نے خوف زدہ ہو کر چیخ ماری ہو۔ دروازہ گر گیا اندر ایک آدمی کا جسم پڑا ہوا تھا۔ اب بھی اس میں چھٹپٹاہٹ باقی تھی اور وہ بے حد گھناؤنا ہو چکا تھا۔ اس کے پاس

ہی زہر کی ایک خالی شیشی پڑی ہوئی تھی۔ اٹرسن نے جسم کو سیدھا کیا۔ یہ ایڈورڈ ہائڈ کی لاش تھی جس نے لباس ڈاکٹر جیکل کا پہنا ہوا تھا لیکن ڈاکٹر جیکل کا کہیں پتہ نہ تھا۔

ادھر ادھر دیکھنے پر اٹرسن کو ایک کاغذ ملا جس میں اٹرسن کے نام ایک وصیت تھی۔ تب اٹرسن نے ڈاکٹر لینین کا وہ خط کھول کر دیکھا جسے جیکل کے مرنے یا گم ہو جانے کے بعد ہی کھولنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ اس خط نے سارا مسئلہ سلجھا دیا۔

...... ایک رات ہائڈ بہت ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنے ہوئے لینین کے دفتر میں بہت ہی بےچینی کے عالم میں پہنچا۔ کچھ دیر پہلے جیکل اس کیلئے کسی دوا کی چند پڑیاں وہاں چھوڑ گیا تھا۔ ہائڈ اسوقت انہیں کو لینے کیلئے آیا تھا بڑی بیتابی سے ہائڈ نے ان پڑیاؤں کو جھپٹ لیا اور اس نے پڑیاؤں کی دوا میں کوئی رقیق چیز ملائی جس سے دوا کا بینگنی رنگ دیکھتے ہی دیکھتے سبز رنگ میں تبدیل ہو گیا پھر ایک ہی گھونٹ میں اس نے اس دوا کو پی لیا۔ اس کے بعد اس نے چیخ ماری اور اپنی جگہ پر لڑکھڑانے لگا اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کا جسم پھولنے لگا۔ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے اس میں تبدیلی آ رہی ہو، اس کی شکل بدلتی جا رہی تھی جیسے وہ کوئی نرم تحلیل ہونے والی شے ہو۔ مارے خوف کے لینین پیچھے ہٹ گیا اور پھر اس نے دیکھا کہ اس کے سامنے خود ڈاکٹر جیکل کھڑا تھا......

ڈاکٹر جیکل نے اپنے بارے میں جو بیان دیا تھا اس میں صاف صاف تحریر کر دیا تھا کہ اس نے ایک ایسا نمک ایجاد کر لیا تھا جو اسے نہایت معزز، رحمدل اور ماہر سائنسداں کی جگہ مسٹر ہائڈ نام کا شیطان بنا دینے کی طاقت رکھتا تھا۔ جوں جوں وہ نمک کا استعمال کرتا رہا، ہائڈ کی خوفناک شخصیت اسی کی اپنی فطری شکل بنتی گئی لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ اس کو وہ نمک نہ مل سکا جو اسے وقتاً فوقتاً جیکل بنا دیا کرتا تھا۔ اور اس وقت خودکشی کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی چارا نہ رہا۔

●

انگریزی کے دس مشہور ناول نگار چارلس ڈکنس،
طامس ہارڈی، سمرسٹ مام، ایملی برونٹے،
چارلوٹے برونٹے، جین آسٹن، ڈی ایچ لارنس،
ہیمنگوے، آسکر وائیلڈ، سٹیونسن کے
مشہور و معروف ناولوں کا اختصار جنہیں
پڑھ کر اصل ناولوں کا سا لطف حاصل ہوگا۔

ہند
پاکٹ
بکس